پیر طریقت رہبر شریعت حضرت شریف العلماء الحاج علامہ صوفی

محمد انور شریف القادری علیہ الرحمۃ

کی حیات و خدمات کے اہم گوشوں پر مشتمل کتاب

حیاتِ شریف العلماء

حصہ سوم

جمع و ترتیب

مولانا کمال احمد علیمی نظامی

استاذ دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی

ناشر

مجلس ایوبی پرکاشن، کشی نگر یوپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شیخ طریقت، شریف العلما، حضرت علامہ
شاہ محمد ایوب شریف القادری قدس سرہ کی حیات وخدمات کے
اچھوتے گوشوں پر مشتمل کتاب مستطاب بنام

حیات شریف العلما

حصہ سوم

جمع وترتیب

مولانا کمال احمد علیمی نظامی

استاذ دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی، بستی

ناشر

مجلس ایوبی پپراکنک، کشی نگر، یوپی

نام کتاب: حیات شریف العلما (حصہ سوم)

جمع وترتیب: مولانا کمال احمد علیمی نظامی، دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی

معاون مرتب: مولانا غلام سید علی علیمی نظامی، دارالعلوم مدینۃ العربیہ، دوست پور، سلطان پور

طبع بار اول: بموقع عرس قادری ایوبی ۱۴۴۲ھ/۲۰۲۱ء

ناشر: مجلس ایوبی، پیرا کنک، کشی نگر

صفحات: ۲۰۰

فہرست کتاب

مضامین ______ صفحہ نمبر

صـــدائے دل

۱۴۳۴ھ/۲۰۱۳ء میں، شیخ طریقت، سیدنا شریف العلما، حضرت علامہ شاہ محمد ایوب شریف القادری قدس سرہٗ (ولادت : ۱۳۷۳ھ ۱۹۵۴ء/، وصال: ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۵ء) کے سوانح پر مولانا محمد ارشاد عالم نعمانی مصباحی، دار القلم دہلی نے "شریف العلما کے احوال وآثار" نام سے ایک مضمون لکھا تھا۔ جس کو سالانہ مجلہ "یادگار ایوبی" کے خصوصی شمارہ "انوار امام اعظم" میں شامل کرنے کا ارادہ تھا لیکن علماے کرام نے مشورہ دیا کہ کتاب ہی بنا کر پیش کردی جائے۔ یہ پہلی کتاب تھی جو "سیدنا شریف العلما" کے سوانح حیات پر شائع ہوئی۔

۲۴/ربیع الاول ۱۴۳۷ھ، ۵/جنوری ۲۰۱۶ء کو "سیدنا شریف العلما" قدس سرہ کے حالات وواقعات کو جمع کرنے کا سلسلہ ادیبِ شہیر حضرت علامہ فروغ احمد اعظمی مدظلہ العالی شیخ الحدیث دارالعلوم مدینۃ العربیہ، دوست پور، سلطان پور و سابق صدر المدرسین دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی، بستی، کی سربراہی میں حضرت مولانا کمال احمد علیمی صاحب قبلہ کے ذریعہ عروس البلاد ممبئی سے شروع ہوا۔

تقریبًا ایک ہفتے تک خانقاہِ قادریہ، ایوبیہ، شیواجی نگر، گونڈی، ممبئی میں قیام پذیر ہوکر مولانا کمال احمد علیمی صاحب قبلہ نے یکے بعد دیگرے برادران طریقت سے

مل کر حضرت سیدنا شریف العلما کی حیات و خدمات، کشف و کرامات، ناصحانہ کلمات اور ادائیگیٔ فرض و سنت سے لبریز شب و روز کے واقعات کو جمع کیا۔ پھر بڑی محنت اور محبت و عقیدت کے ساتھ انھیں مرتب کیا، جس کی اشاعت (۱۴۳۸ھ / ۲۰۱۷ء) میں ہوئی۔

حیات شریف العلما جلد اوّل کی مقبولیت

حیاتِ شریف العلما جلد اول کی اہمیت اور عمدگی میرے محسن و قائد، خیر الاتقیا، حضرت علامہ محمد احمد مصباحی مدظلہ العالی ناظم تعلیمات و سابق صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ کی اس تحریر سے معلوم ہوئی:

"ان کے حالات معلوم کرنے اور قیدِ تحریر میں لانے کے لیے صوفی سبطین میاں اور دیگر فرزندوں نے بڑی عمدہ پیش قدمی فرمائی جس کا مشورہ کئی عظیم شخصیات سے متعلق کئی حضرات کو تقریباً تیس سال پہلے میں دیتا رہا مگر کسی نے اسے عمل میں لانے کی ہمت نہ کی۔"

صاحبِ ترتیب کے بارے میں حضرت فرماتے ہیں:

"عالم و فاضل مولانا کمال احمد علیمی نظامی استاذ دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی، ضلع بستی، کا انتخاب کیا، وہ تیار ہوئے اور لوگوں سے ملاقات کرکے حالات و واقعات جمع کیے، پھر بڑی محنت اور عقیدت کے ساتھ انہیں سلیس، شستہ اور رواں زبان میں مرتب کیا۔" (حیاتِ شریف العلما، جلد اوّل صفحہ ۵، مجلس ایوبی پیراکنک کشی نگر)

مذکورہ تحریر سے معلوم ہوا کہ جدید طرز پر "حیاتِ شریف العلما" کے سوانح پر کام ہوا اور اسے بہت ہی عمدگی سے مرتب کیا گیا جو شریف العلما کے فرزندوں کا عظیم کارنامہ ہے۔

فاضل مرتب کا انتخاب بہت ہی اطمینان بخش تھا، مولانا کمال احمد علیمی صاحب قبلہ نے "حیات شریف العلما" کو نہایت ہی جفاکشی کر کے محبت و عقیدت کے ساتھ سہل زبان میں اہلِ علم کی خدمت میں پیش کیا۔

"حیاتِ شریف العلما جلد دوم و سوم"

دوسری جلد کا کام چار سال قبل سے ادھورا تھا۔ لیکن میرے کرم فرما حضرت مولانا کمال احمد علیمی، نظامی، اور مولانا غلام سید علی علیمی، علیگ، صاحبان نے لاک ڈاؤن کا بھرپور فائدہ اٹھایا اور جلد دوم، سوم مکمل کر کے آپ کی خدمت میں پیش کیا۔

اے ربِ کریم! ، اے رؤف رحیم! اے مالکِ حقیقی ! اس مخلصانہ خدمت پر اپنے حبیب حضرت محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے طفیل مرتب کتاب کو اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

آپ کا اپنا

شاہ محمد سبطین رضا قادری ایوبی

۲۷/جمادی الاولی ۱۴۴۲ھ/ ۱۲/جنوری ۲۰۲۱ء

بروز منگل وقت صبح دس بج کر بیالیس منٹ

عرض مرتب

رب کریم کا بے حد شکر گزار ہوں کہ ایک ماہ کی قلیل مدت میں دو سو صفحات پر مشتمل "حیات شریف العلما" کا تیسرا حصہ آپ سب کے ہاتھوں میں ہے، یہ حضور شریف العلما کا خصوصی فیضان ہی ہے ورنہ مجھ جیسے کاہل اور کم علم انسان سے اتنا بڑا کام اتنی آسانی سے نہیں ہو پاتا۔

اس سے پہلے اس خوبصورت سلسلے کی دو کڑیاں آپ کی خدمت میں پیش کی جا چکی ہیں، اللہ تعالیٰ ہماری اس کاوش کو قبول فرمائے اور حضور شریف العلما کی خصوصی عنایات سے ہم سب کو محظوظ فرمائے۔

پندرہویں صدی ہجری کی جن عبقری شخصیات نے اس ناچیز کو سب سے زیادہ متاثر کیا ان میں شریف العلما، محبوب الاولیا، حضرت علامہ صوفی محمد ایوب شریف القادری تیغی صاحب علیہ الرحمہ کی ذات بھی ہے، آپ کی سب بڑی خوبی یہ تھی کہ آپ نے اپنے وقت کے اکابر اہل سنت سے اکتساب فیض کر کے خود بھی نور علم

وعمل سے فیض یاب ہوئے اور دوسروں کو بھی اپنے دامن ارادت سے جوڑکر فیض یاب کیا،آپ نے جو بھی پڑھا اس پر عمل کیا اور دوسروں سے عمل بھی کرایا، اپنے ارادت مندوں کے دل ودماغ میں اتباع شریعت، محبت رسول،اور تقوی وطہارت کی ایسی روشنی بھردی کہ جس سے آج بھی ایک جہان منور وتابندہ ہے۔

آپ نے پیراکنک اور قرب وجوار میں جو تعلیمی، تبلیغی، تعمیری اور تنظیمی خدمات انجام دیں وہ تاریخ دعوت وعزیمت میں زریں حروف سے لکھے جانے کے لائق ہیں، جامعہ رضویہ شمس العلوم پیراکنک آپ کی عظیم علمی یادگار ہے، حقیقت پر لاکھ پردہ ڈالا جائے مگر اس کو چھپایا نہیں جاسکتا، زیر نظر کتاب کی تیاری میں میں نے جتنے لوگوں سے معلومات یک جاکیا سب نے بیک زبان کہا کہ آج یہاں جو بھی دینی شعور اور تعلیمی ماحول پایا جاتا ہے یہ سب شریف العلماکی محنت ولگن کا نتیجہ ہے۔

ان شاء اللہ یہ کتاب اور اس کا پہلا ودوسرا حصہ نیز اس سلسلے کی آنے والی کڑیاں سب میرے دعوے کی تصدیق کریں گی، بہت سارے راز سربستہ عالم آشکار ہوں گے اور حاسدین کے حسد کا خاتمہ ہوگا۔

اس کتاب کا اسلوب بھی پہلے کے دونوں حصوں کی طرح ہے، زبانی روایات وشہادات، کچھ تحریری معلومات اور ذاتی مشاہدات اس کتاب کے مصادر ہیں، اس بار بطور تبرک شریف العلما کے کچھ مکتوبات شامل کتاب کرلیے گیے ہیں تاکہ وہ محفوظ ہوجائیں۔

اس کام کے لیے دو مرتبہ لاک ڈاؤن کے ایام میں پپراکنک کا سفر کرنا پڑا، پہلا سفر ۱۱/ صفر ۱۴۴۲ھ / ۲۹/ ستمبر ۲۰۲۰ء کو ہوا، تین دن تک وہاں رہ کر لوگوں سے شریف العلما کے احوال و واقعات یک جا کیے گئے، دوبارہ ۲۹/ دسمبر ۲۰۲۰ء کو پپراکنک کا سفر ہوا، اس بار چار دن شب و روز محنت سے کام کیا گیا، دونوں سفر میں میرے ساتھ میرے رفیق محترم حضرت مولانا غلام سید علی علیمی نظامی استاذ جامعہ مدینۃ العربیہ دوست پور رہے، اور برابر اس کام میں میرے معاون رہے، فجزاہ اللہ خیر الجزاء۔

حیات شریف العلما کے حصہ اول کی طرح اس کتاب کی بھی ترتیب کی تحریک و ترغیب خیر الاذکیا، حضرت علامہ محمد احمد مصباحی دامت برکاتھم سابق صدر المدرسین و ناظم تعلیمات جامعہ اشرفیہ مبارک پور نے دی، میں حضرت کا بے حد ممنون اور مستقبل میں آپ کی عنایات کا متمنّی ہوں۔

اس موقع پر میں ہدیہ تشکر پیش کرتا ہوں اپنے محسن و مربی، ادیب شہیر حضرت علامہ فروغ احمد اعظمی سابق صدر المدرسین دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی و شیخ الحدیث دارالعلوم مدینۃ العربیہ دوست پور سلطان پور کی خدمت میں جنھوں مجھے قلم پکڑنے کا شعور بخشا اور مجھے اس لائق بنایا کہ زبان و قلم سے دین کی خدمت کر سکوں۔

خصوصی طور سے شکریہ ادا کرتا ہوں محب مکرم، حضرت مولانا حافظ محمد سبطین رضا قادری ایوبی سجادہ نشین خانقاہ عالیہ قادریہ ایوبیہ پپراکنک کشی نگر کا جن کی

خواہش پر یہ کام پایہ تکمیل تک پہنچا، یقیناً آج خانقاہ کے ذریعہ جو بھی دین وسنیت اور تحقیق وتصنیف کا کام ہورہا ہے وہ سب اسی مرد قلندر کے خلوص وللّٰہیت کا نتیجہ ہے، صحیح معنوں میں آپ نے ایک صالح باپ کی صالح اولاد ہونے کا ثبوت دیا ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے حفظ وأمان میں رکھے اور حاسدین کے حسد سے محفوظ رکھے۔

بڑی ناسپاسی ہوگی اگر میں اپنے رفیق محترم، میرے محرم راز اور عزیز از جان دوست حضرت مولانا غلام سید علی علیمی نظامی علیگ استاذ دار العلوم مدینۃ العربیہ دوست پور سلطان پور وسابق استاذ جامعہ علیمیہ جمدا شاہی بستی کا شکریہ نہ ادا کروں جن کا خصوصی تعاون نہ ہوتا توشاید یہ کام نہ ہوپاتا۔

میں شریف العلما کے دیگر شہزادگان بالخصوص حضرت انجینئر محمد حسنین رضا قادری ایوبی، حضرت مولانا کونین رضا ایوبی، عالی جناب ثقلین بھائی، عزیز القدر حضرت مولانا حافظ فیض الرحمن وغیرہ کا بھی شکر گزار ہوں جن کی مخلصانہ محبت مجھے اس طرح کے کاموں کے لئے مہمیز کرتی ہے، اللہ تعالیٰ سب کو شاد وآباد رکھے۔

کمال احمد علیمی نظامی

خادم جامعہ علیمیہ جمدا شاہی بستی یوپی

۲۵/ جمادی الاولی ۱۴۴۲ھ / ۹/ جنوری ۲۰۲۱ء

حیاتِ شریف العلما ایک نظر میں

اسمِ گرامی : محمد ایوب شریف القادری۔

القابات : شیخِ طریقت، شریف العلما،

تاریخِ پیدائش ووصال: (۱۳۷۳ھ / ۱۹۵۳ء۔ ۱۴۲۴ھ / ۲۰۰۵ء)

مقام پیدائش : پپرا کنک، دھسواں، کشی نگر، یوپی، انڈیا (سابق ضلع گورکھ پور ودیوریا)

سلسلہ نسب : محمد ایوب شریف القادری بن محبوب علی بن کتاب علی بن عنایت علی بن خدا بخش علیہم الرحمۃ و الرضوان

برادرانِ گرامی :

(۱) مولانا غلام غوث مصطفوی خلیفہ حضور مفتیٔ اعظم ہند علیہما الرحمہ

(۲) جناب عبد النبی برکاتی۔

(۳) جناب مولانا اسد القادری مضطر صدیقی۔

عقدِ نکاح : ۱۹۷۶ء میں جناب یعقوب علی مرحوم کی دخترِ نیک اختر کی صاحب زادی سے ہوا۔

اولاد امجاد:

(۱) مولانا محمد کونین رضا قادری ایوبی۔

(۲) جناب محمد ثقلین رضا قادری ایوبی۔

(۳) انجینئر حسنین رضا قادری ایوبی۔

(۴) شاہ محمد سبطین رضا قادری ایوبی، سجادہ نشین: خانقاہِ قادریہ ایوبیہ پپراکنک، کشی نگر۔

مادرانِ علم وہنر :

• مکتب اسلامیہ پپراکنک، کشی نگر۔

• دارالعلوم منظرِ اسلام بریلی شریف۔

• جامعہ غوثیہ رضویہ، سکھر، پاکستان۔

• پاکستان منطق کالج، کراچی، پاکستان (تخصص فی المنطق)

فراغت :۱۰؍رجب المرجب ۱۳۹۵ھ۔

علمی لیاقت :مولانا، عالم، فاضل، فاضل معقولات۔

بیعت : حضرت علامہ سید شمس الدین غازی پوری علیہ الرحمۃ، دل دار پور، رکسہاں، ضلع غازی پور کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے۔

خلافت: (۱) حضرت علامہ سید شمس الدین غازی پوری علیہ الرحمۃ، دل

دار پور، رکسہاں، غازی پور۔

(۲) شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتیِ اعظمِ ہند علامہ مصطفیٰ رضا خان علیہ الرحمہ

(۳) مولانا معین الدین القادری لائل پور، پاکستان۔

(۴) حضرت صوفی نبی بخش علیہ الرحمہ، بنگلہ دیش

(۵) مولانا شاہ عبد الغفار صاحب تیغی، کوملہ، بنگلہ دیش۔

زیارتِ حرمین شریفین:

- بہ قصدِ حج و زیارت ۱۹۸۳ء۔
- بہ قصد عمرہ و زیارت بغداد، بابل، کوفہ، بصرہ، نجف اور کربلائے معلیٰ ۱۹۹۰ء
- بہ قصدِ عمرہ و زیارتِ حرمین شریفین ۔۔ ۱۹۹۵ء، ۱۹۹۶ء، ۱۹۹۷ء، ۱۹۹۸ء ۲۰۰۱ء
- یاسر عرفات سے ملاقات (سابق صدر فلسطین) ۱۹۹۰

اساتذۂ کرام:

- حافظ رجب علی صاحب، بوداٹولہ، پپراکنک، کشی نگر۔
- صوفی محمد شریف شمسی تیغی صاحب قبلہ۔ (بانی جامعہ تیغیہ شمسیہ، بڑہریا، سیوان، بہار)

- حکیم الامت حضرت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔
- حضرت علامہ مفتی سید محمد افضل حسین مونگیری علیہ الرحمۃ۔

اعزاز : صوفی ایوارڈ بموقع صوفی کانفرنس، حیدرآباد۔ ۱۹۹۷ء

دینی و علمی خدمات:

•جامعہ رضویہ شمس العلوم کا قیام	۱۹۸۲ء
•تحریکِ جماعتِ اہلِ سنت کا قیام	۱۹۹۵ء
•تبلیغی جماعت کا حقیقی روپ کی تصنیف	۱۹۹۶ء
•جامعہ رضویہ شمس العلوم نسواں کا قیام	۱۹۹۸ء

تصانیف : کم و بیش نصف درجن کتابیں تصنیف فرمائیں۔

وصال: ۳؍ جمادیٰ الاولیٰ ۱۴۲۴ھ مطابق ۱۱؍ جون ۲۰۰۵ء بروز سنیچر ۱۲؍ بج کر ۵۵؍ منٹ۔

جناب ماسٹر

زین الحق صاحب عرف مولوی نتھو

سابق کلرک جامعہ رضویہ شمس العلوم

پپرا کنک کشی نگر

جھلکیاں

حضرت سے تعلقات کا آغاز

پہلے میں یہیں پیراکنک میں موڑ پر ایک چھوٹی سی دکان کرتا تھا، حضرت کے مدرسے کے بچے میری دکان پر آیا کرتے تھے، رفتہ رفتہ میرے بارے میں حضرت کو اطلاع ملی تو میری دکان وہاں سے اٹھوا کر یہیں مدرسہ کے قریب لے آئے، پھر میری اہلیت کو دیکھتے ہوئے حضرت نے مجھے مدرسہ کا کام دینا شروع کیا، مدرسہ کے آفیشیل ورک کی دیکھ ریکھ اور انتظامی معاملات کی نگرانی میرے سپرد کردی۔

میرے اوپر حضرت کا اعتماد

حضرت میرے اوپر کافی اعتماد فرماتے تھے، اور مدرسہ کے سارے معاملات میرے سپرد کر دیے تھے، حتی کہ اپنے گھر کے انتظامی امور بھی میرے حوالے کر دیے تھے، جب آپ ممبئی جاتے تو اپنا پاس بک، چیک بک اور اے ٹی ایم کارڈ میرے حوالے کرکے جاتے تھے، اور مجھے تصرف کا مکمل اختیار دیتے تھے، اس طرح حضرت مجھ پر بے پناہ شفقت و اعتماد فرماتے تھے، آپ جب غیر حاضر رہتے تھے تو خط کے ذریعہ مجھ سے مدرسے کے احوال و کوائف پوچھتے رہتے تھے، اور یہاں کے حالات سے باخبر رہتے تھے، آپ کو مدرسہ سے عشق کی حد تک لگاؤ تھا، آپ نے

یہاں کے سیاہ وسپید کا مجھے مالک بنا دیا تھا، میں نے بھی حضرت کے اعتماد کو کبھی مجروح نہیں کیا اور بڑی دیانت داری کے ساتھ سارے فرائض انجام دیے۔

آج الحمد للہ! حضرت کا فیض ہے کہ میں خوش حال ہوں، تھوڑی بہت طبیعت خراب رہتی ہے جو عمر کا تقاضہ ہے۔

جب میں ماسٹر سے کلرک بنا

حضرت چوں کہ مجھ پر کافی بھروسہ کرتے تھے، اس لئے ان کی اجازت کے بغیر میں ایک قدم بھی نہیں اٹھاتا تھا، ایک بار ایک صاحب جو مدرسہ کے بڑے ذمّہ دار تھے انہوں نے مجھ سے کچھ رقم کا مطالبہ کیا، میں نے حضرت کی اجازت نہ ہونے کی بنیاد پر اُن کو دینے سے انکار کر دیا، جس کا خمیازہ مجھے بھگتنا پڑا کہ میں یہاں کا اچھا ماسٹر تھا، میرے پڑھائے ہوئے آج بھی یہاں موجود ہیں، مجھے ماسٹر کی جگہ سے کلرک کی جگہ پر کر دیا گیا، میں نے یہ سب گوارا کر لیا، مگر حضرت کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچنے دیا۔

حضرت کے دور میں جامعہ شمس العلوم کی شان

حضرت کے دور میں جامعہ ترقی کی اعلیٰ ترین منزل پر فائز تھا، یہاں پر ڈھائی تین سو بچے ہاسٹل میں رہ کر تعلیم حاصل کرتے تھے، مقامی بچے اس پر مستزاد تھے، ان بچوں کا کھانا پینا، دوا، علاج، رہنے سہنے کا انتظام سب میرے ہی ذمہ تھا، اس وقت حضرت باہر رہتے تھے، اور وہیں سے مدرسہ کے لیے چندہ کر کے بھیجتے تھے،

میں مطبخ انچارج تھا، ہر چیز کی ذمہ داری میرے اوپر تھی، جسے میں حضرت کے حکم پر بحسن وخوبی انجام دیتا تھا۔

وہ بہت ساری خوبیوں کے مالک تھے

حضرت بہت ساری خوبیوں کے جامع تھے، ان کی کون کون سی خوبیاں شمار کراؤں، وہ ایک اچھے، ایمان دار اور دیانت دار انسان تھے، ہر کسی کے دکھ درد میں شریک رہتے تھے، ضرورت مندوں کا خیال رکھتے تھے، مدرسہ ہی ان کا اوڑھنا بچھونا تھا، اس کے لیے ہمہ دم فکر مند رہتے تھے، اور اس آبادی کی عوام کی ترقی وخوش حالی کے لیے ہمیشہ کوشاں رہتے تھے۔

جب میں حضرت کے ساتھ ممبئی گیا

ایک بار دس پندرہ دن کے لیے میں حضرت کے ساتھ ممبئی گیا، وہاں حضرت کے عقیدت مندوں کو دیکھا، ان کی عقیدت والفت بے مثال تھی، اور آج بھی ہے، مدرسہ کے کام سے گیا تھا، حضرت کی کوشش سے وہ کام بھی ہو گیا، سفر کافی اچھا رہا۔

حضرت بے ضرر انسان تھے

حضرت مدرسہ کے سب سے بڑے ذمہ دار تھے، سب ان کے ماتحت تھے، یہاں صرف انھیں کا حکم چلتا تھا، مگر میں نے اپنی زندگی میں کبھی بھی ان کے اندر احساس برتری نہیں دیکھا، نہ کبھی کسی کو بے جا تکلیف پہنچاتے ہوئے دیکھا، آپ سب

کے ہمدرد و خیر خواہ تھے، سب کے ساتھ یکساں برتاؤ رکھتے تھے، حیثیت کے مطابق سب کو عزت و تکریم سے نوازتے، یہاں کا ہر فرد آپ سے خوش رہتا تھا، کبھی کسی کو آپ کے رویّے سے کوئی شکایت نہیں ہوئی، پورا اسٹاف حضرت کی فیملی کی طرح تھا، اور اپنے اہل و عیال کی طرح حضرت سب کو پیار دیتے تھے، کبھی کسی کا حق نہیں مارتے اور نہ کبھی کسی کو ضرر پہنچانے کی سوچتے۔

حضرت کے زمانے میں جامعہ کی رونق

آپ کے دور میں یہاں بڑی رونق رہتی تھی، یہاں جامعہ کے صحن میں کرسیاں اور بنچیں لگتی تھیں، ہر وقت دس بیس آدمی موجود رہتے، حضرت سب کو چائے پلاتے، سب کی ضیافت کرتے، اور اپنی جیب سے سب کو کھلاتے پلاتے، آپ کے دور میں جامعہ میں جو رونق تھی وہ اب دیکھنے کو نہیں ملتی۔

پیرا کنک کے لیے حضرت کی کاوشیں

آپ ایک درد مند دل کے مالک انسان تھے، جامعہ کی ترقی کے بارے میں بھی فکر مند رہتے تھے، اور یہی سوچتے کہ کس طرح پیرا کنک ایک مثالی گاؤں بنے، اس کے لیے آپ نے باضابطہ تحریک چلائی، تعلیم بالغاں کا انتظام فرمایا، لوگوں کو دینی معاملات سے آگاہ فرمایا، میلاد، فاتحہ اور معمولات اہل سنت کی طرف توجہ دلائی، یہاں کے نوجوانوں اور کام کے لوگوں کو باہر بھیجنے کی مہم چھیڑی، بہت سارے لوگوں کو

اپنے پیسے سے پاسپورٹ وغیرہ بنواکر سعودی وغیرہ بھیجا، بہت سارے لوگوں کی مالی مدد فرمائی، اور بہتوں کی نوکری لگوائی، رات دن بس اسی کوشش میں رہتے تھے کہ یہاں کے مسلمان خوش حال ہوجائیں، اور دین کا کام کریں۔

حضرت معاملات میں نہایت کھرے تھے

حضرت کی ایک خوبی جو مجھے بہت پسند تھی وہ یہ تھی کہ لین دین اور معاملات میں آپ بہت کھرے تھے، دیانت داری آپ کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری تھی، معاملات میں ان کی دیانت داری کا حال یہ تھا کہ وہ اپنے ابّا کو بھی نہیں بخشتے تھے، حضرت کے والد چمڑے کے کاروباری تھے، مدرسہ کے چمڑے کا حساب ہوتا، آپ اپنے والد سے پائی پائی کا حساب لیتے تھے، کیوں کہ یہاں قوم کی امانت کا مسئلہ تھا، وہ اپنے رشتہ داروں کو بھی مدرسہ کے معاملات میں بے جامداخلت کی اجازت نہیں دیتے، اور آنہ پائی کا حساب رکھتے تھے، سارالین دین میرے ہی ذریعہ ہوتا تھا، مجھے اچھی طرح سے معلوم ہے کہ حضرت معاملات اور لین دین میں کتنے کھرے تھے۔

حضرت کا عظیم کارنامہ

جامعہ کے اساتذہ کے انتخاب میں حضرت نے نہایت دیانت داری کا مظاہرہ فرمایا، نہ اپنے رشتہ داروں کا خیال کیا، نہ گھر والوں کا، نہ ہی علاقہ والوں کا، آپ نے اہلیت والوں کا انتخاب کیا، اور جو جس جگہ کے لائق تھا، اس کو اس جگہ پر رکھا، کسی

کالحاظ نہیں کیا، ایک بڑی بات جو قابل بیان ہے وہ یہ کہ آپ نے اکثر ایسے علما کا انتخاب کیا، جو عالم ہونے کے ساتھ حافظ قرآن بھی تھے، سب تراویح سناتے تھے، سب جید عالم دین تھے، آج بھی جامعہ کے اساتذہ کی صلاحیتوں کا کوئی منکر نہیں، کیوں کہ اکثر کا انتخاب وتقرری حضرت کے ذریعہ ہوا۔

حضرت کا انداز تربیت

جس وقت حضرت جامعہ کی نگرانی فرمارہے تھے، یہاں کا ڈسپلن مثالی تھا، آپ بچوں کی تربیت میں کافی محتاط تھے، اور ان کی تربیت کی طرف کافی توجہ دیتے تھے، صبح فجر میں نماز کے لیے بیدار کرتے، سب سے نماز پڑھواتے، اور سب کو پنج وقتہ نماز کی تلقین فرماتے، نماز کی اہمیت عملاً وقولاً بتاتے تھے، بچے بھی آپ کے تقویٰ اور نماز کے اہتمام کی بنا پر پابندی سے نماز پڑھتے تھے۔

آپ طلبہ کی ذاتی ضرورتوں کا بھی خیال رکھتے تھے، یہاں مدرسہ کے صحن میں لائن لگتی تھی، اور سب کی ٹفن، برتن اور لوٹے وغیرہ کی چکنگ ہوتی تھی، جس کے پاس ضرورت کا سامان نہیں ہوتا، اس کے لیے حضرت مدرسہ سے انتظام کرواتے تھے، اور اگر وہ مستطیع ہوتا تو اسے لانے کو کہتے، اس طرح حضرت ہمیشہ طلبہ کی صلاح وفلاح کے لیے کوشاں رہتے تھے۔

یہاں پر علماے اہل سنت کا ورودِ مسعود

پیرا کنک کی سرزمین بڑی خوش نصیب ہے، اور اس کی خوش نصیبی کا سہرا

حضرت ہی کے سر سجتا ہے، آپ جب سے یہاں تشریف لائے، جامعہ کے جلسوں میں بہت سارے اکابر اہل سنت تشریف لائے، حضور تاج الشریعہ کے والد ماجد مفسر اعظم ہند حضرت علامہ غلام جیلانی خاں علیہما الرحمہ بریلی شریف یہاں بارہا تشریف لائے، کئی کئی دن تک یہاں مقیم رہتے تھے، حضرت حاجی ابراہیم صاحب علیہ الرحمہ جن کا یہاں جامعہ کے صحن میں مزار ہے، وہ حضرت جیلانی میاں ہی سے مرید تھے، اسی طرح حضور تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خان علیہ الرحمہ بریلی شریف بھی یہاں تشریف لا چکے ہیں، یوں ہی رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ جب بھی اس راستہ سے گزرتے تو یہاں جامعہ میں تشریف لاتے تھے، حضرت اور حضرت رئیس القلم میں بڑی گہری انسیت تھی، دونوں ایک دوسرے سے غایت درجہ کی محبت فرماتے تھے، اور ایک دوسرے سے ملکی، ملی اور دینی مسائل پر تبادلۂ خیال فرماتے۔

ان شخصیات کے علاوہ حضرت علامہ مفتی محمد قاسم براہیمی، محقق مسائل جدیدہ، سراج الفقہا حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی صاحب صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ مبارک پور بھی یہاں بارہا تشریف لائے، حضرت کی نماز جنازہ مفتی صاحب قبلہ نے ہی پڑھائی، آپ یہاں کے ہر پروگرام میں تشریف لاتے، اور اب بھی لاتے ہیں، حضرت کے صاحبزادگان ان کو مدعو کرتے ہیں اور حضرت تشریف بھی لاتے ہیں۔

آج حضرت کی اولاد حضرت کے نقش قدم پر چل رہی ہے، آج بھی بڑے

بڑے علما یہاں سیمینار و کانفرنس میں شریک ہوتے ہیں، جن میں صدر العلما، خیر الاذکیا حضرت علامہ محمد احمد مصباحی دامت برکاتہم، رئیس التحریر حضرت علامہ یٰس اختر مصباحی صاحب، ادیب شہیر، حضرت علامہ فروغ احمد اعظمی صاحب قبلہ وغیرہم قابل ذکر ہیں۔

ان کا ظاہر و باطن یکساں تھا

آج کے دور میں بہت کم ہی علما ایسے پائے جاتے ہیں، جن کا ظاہر و باطن ایک ہوں، جلوت میں کچھ، خلوت میں کچھ، آج کے علما اپنے ہی علم پر عمل نہیں کرتے، کہتے کچھ اور ہیں، کرتے کچھ اور ہیں، مگر حضرت کی شان بہت اعلیٰ تھی، آپ کا ظاہر و باطن یکساں تھا، یہ آپ کی سب سے بڑی کرامت تھی، آپ جیسے خلوت میں رہتے ویسے ہی جلوت میں بھی رہتے، رات کی تاریکی میں بھی ایک سچے مسلمان کی حیثیت سے رہتے تھے، تو دن کے اجالے میں بھی ایک کامل مومن کی حیثیت سے رہتے تھے، یہ بہت بڑی بات تھی، میں نے ان کا ظاہر و باطن دونوں دیکھا ہے، یقیناً اس معاملے میں وہ ممتاز حیثیت کے مالک تھے۔

رشوت خوری سے اجتناب

آج کل مدارس کی دنیا میں رشوت خوری بہت عام ہے، جو ذمہ داران مدارس ہیں، اب وہ اہلیت نہیں دیکھتے ہیں، بلکہ مال و دولت اور قرابت کی بنا پر اساتذہ

کی تقرری کرتے ہیں، یہ عمل ہمارے دینی مدارس کو کھائے جارہا ہے مگر کس کو پرواہ ہے، ہمارے حضرت نے یہاں پر جتنے اساتذہ کو رکھا، سب کو ان کی اہلیت کی بنا پر رکھا، نہ قرابت دیکھی، نہ کنبہ پروری کی، آفس خرچ کے علاوہ تقرری کے نام پر کسی سے ایک روپیہ بھی نہیں لیا، تقرری کے خرچ میں بھی اگر کسی کے پاس پیسہ نہیں ہوتا، اسے اپنی جیب سے دیتے، بعد میں وہ تنخواہ ملنے پر دے دیتا، تو لے لیتے ورنہ کبھی مانگتے نہیں تھے، آج کے دور میں ایسے لوگ تلاشنے سے بھی نہیں ملتے۔

حضرت کی مجلس

آپ کی مجلس میں بارہا بیٹھنے کا شرف حاصل ہوا، آپ کی مجلس بڑی روحانی ہوتی تھی، اس میں صرف دین کی باتیں ہوتی تھیں، نماز، روزہ، حج، زکوۃ، اصلاح معاشرہ آپ کی گفتگو کا موضوع ہوتا، نہ کسی کی غیبت، نہ چغلی، نہ کسی پر طنز نہ تبصرہ، صاف ستھری اور پاکیزہ مجلس ہوتی تھی۔

سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ آپ کی ہر مجلس کا عنوان سخن الگ الگ ہوتا تھا، ایک مجلس میں جس موضوع پر بولتے دوبارہ اس کا اعادہ نہیں فرماتے، بلکہ کسی دوسرے موضوع پر بولتے تھے، لوگوں کو رہنے سہنے کا اسلامی سلیقہ سکھاتے، اور ہمیشہ دینی باتیں سمجھاتے، پیار محبت سے نماز روزے کی تلقین فرماتے، ایک دوسرے کی خیر خواہی، اور آپسی بھائی چارے کی ترغیب دلاتے۔

حضرت کی ہیبت وجلال

حضرت کا گھر مدرسہ سے متّصل تھا، مگر آپ کئی کئی دن تک مدرسہ سے گھر نہیں جاتے، کبھی ہم لوگوں کے دل میں خیال آتا کہ پوچھیں کہ حضرت گھر بغل ہی میں ہے آپ گھر کیوں نہیں جاتے، مگر حضرت کی ہیبت کا عالم یہ تھا کہ کسی کو آپ سے سوال کرنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی، ذہن میں کوئی سوال آتا تھا تو بھی پوچھنے کی ہمت نہیں ہوتی تھی۔

خدمت خلق

حضرت کی پوری زندگی اصلاح معاشرہ اور خدمت خلق میں گزری ، ضرورت مند کی امداد کرنا، بیماروں کا علاج کرانا، کسی کو کمانے کے لیے باہر بھیج دینا، کسی غریب کی شادی میں چپکے سے مدد کر دینا، کسی بدحال شخص کی بدحالی دور کر دینا، یہ سب آپ کی خدمت خلق کا حصہ تھا، حضرت ہمیشہ لوگوں کی فلاح و بہبود اور ان کی خدمت کے لیے کمربستہ رہتے تھے۔

اہتمام نماز

حضرت نماز کا حد درجہ اہتمام فرماتے تھے، آپ خود بھی نماز کی پابندی کرتے تھے، اور یہاں کی عوام، مدرسہ کے طلبہ، اساتذہ اور اراکین سب کو نماز کی تاکید فرماتے تھے، نماز آپ کی زندگی کا سب سے بہترین وظیفہ تھا، کوئی نماز کبھی میں نے قضا

ہوتے نہیں دیکھی، اہتمام کے ساتھ وضو فرماتے، نماز کی تیاری کرتے، اور طلبہ کو پہلے ہی سے نماز کے لیے تیار فرماتے، کوئی نماز قضا کرتا تو اس سے سخت باز پرس فرماتے، میں دوسرے کی کیا کہوں خود میری ایک نماز قضا ہوئی تھی، تو حضرت نے مجھے دو چھڑی ماری تھی، یہ تھی ان کے اہتمام نماز کی شان، اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے نقش قدم پر چلائے۔

اساتذہ کا خیال

حضرت جامعہ کے اساتذہ کا حد درجہ خیال رکھتے تھے، سب کی ضرورتوں پر دھیان دیتے، اور کس کو کس چیز کی حاجت ہے اسے پوری فرماتے، میں آپ کو بتاؤں کہ ٹھنڈک کے موسم میں حضرت یہاں پر مقیم اساتذہ کے لیے چائے ناشتہ کے ساتھ انڈے کا انتظام کرواتے، اور سب کو عمدہ سے عمدہ کھانا دیتے تھے۔

حضرت کے دور میں جامعہ کا تعلیمی معیار

حضرت کے دور میں جامعہ کا تعلیمی معیار کافی بلند تھا، عالمیت تک کی تعلیم ہوتی تھی، یہاں بنگال، ممبئی وغیرہ کے بچے پڑھتے تھے، اس دور کے مدارس میں جامعہ سر فہرست تھا، روز افزوں ترقی کی راہ پر گامزن تھا، کافی تعداد میں بچے زیر تعلیم تھے، یہ ان کی بہت بڑی خدمت تھی، جسے پیرا کنک کی تاریخ میں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

سیاست سے عدم دل چسپی

حضرت کو سیاست سے کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی، بڑے بڑے لیڈران حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور حضرت کی دعائیں لیتے تھے، حضرت کی دعاؤں سے انھیں کامیابی بھی حاصل ہوتی تھی، عام طور سے سے بڑے بڑے سیاست داں حضرت کی خدمت میں الیکشن کے دوران حاضر ہوا کرتے تھے، آپ سے جیت کے لیے دعا کی درخواست کرتے، حضرت کی دعاؤں سے انہیں جیت بھی حاصل ہوا کرتی تھی،، میں نے بارہا دیکھا کہ بہت سارے لوگوں نے آپ سے ایم پی، ایم ایل اے کے الیکشن میں حصہ لینے کی درخواست کی مگر حضرت نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ ہم دین کے خادم ہیں، ہمیں دنیا سے سروکار نہیں، دین کی خدمت ہی ہماری زندگی کا مقصد ہے۔

حضرت کی زبان وبیان کی تاثیر

اللہ رب العزت نے حضرت کو زبان و بیان میں بڑی تاثیر بخشی تھی، آپ یوں تو دعا تعویذ سے بہت دور رہتے تھے لیکن اگر کوئی عقیدت مند تعویذ کے لیے ضد کرتا تو حضرت اسے تعویذ بھی لکھ کر کے دیتے تھے لیکن کبھی کبھی ایسا ہوتا تھا کہ کوئی بیمار شخص حضرت کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اس نے آپ سے تعویذ کے لیے درخواست کی، آپ اس سے فرماتے تھے کہ نماز روزے کی پابندی کرو نماز سے بڑھ کر کوئی تعویذ نہیں ہے، نماز پڑھو گے تو اللہ تعالی تمہیں خود بخود شفا عطا فرمائے گا۔

غیر مسلموں سے حضرت کے تعلقات

غیر مسلموں سے حضرت کے تعلقات بہت منصفانہ تھے اور غیر مسلم حضرت سے بڑی محبت کرتے تھے، حضرت کی مجلس میں حاضر ہوتے تھے، حضرت کی دینی باتوں کو سنتے تھے اور بہت متاثر ہوتے تھے، حضرت شریعت کے دائرے میں رہ کر کے ان کے ساتھ حسن اخلاق اور محبت سے پیش آتے تھے اور ان کے سامنے ایک سچے مسلمان کی شبیہ پیش فرماتے تھے، اور اپنے قول سے، اپنے عمل سے ایک مومن کامل کی ترجمانی کرتے تھے، ہر کسی کے سکھ دکھ میں شریک رہتے تھے اور ہر کسی کی مدد فرماتے تھے، مسلم ہو یا غیر مسلم، ہر کسی کے خوشی اور غم میں شریک ہوتے تھے اسی لیے علاقے اور قرب وجوار میں بلا تفریق مذہب وملت ہر کوئی آپ سے محبت کرتا تھا اور لوگ آپ کو اپنے علاقے کی آن بان شان سمجھتے تھے۔

حضرت کی شان خطابت

حضرت کو اللہ نے نے تقریر کا ملکہ عطا کیا تھا، حضرت بڑی اچھی تقریر فرماتے تھے، مجھے آج کے دور کے خطبا اور مقررین میں کوئی ان کے جیسا نظر نہیں آتا ہے، حضرت کی تقریر میں بڑی تاثیر ہوتی تھی، گنہگار گناہوں سے تائب ہو جاتے تھے اور نماز روزے کے پابند ہو جاتے تھے، آج کے دور میں عام طور پر رات بھر تقریر ہوتی ہے مگر فجر میں نمازی تلاشنے سے بھی نہیں ملتے، مگر حضرت کی تقریر کا عالم یہ تھا کہ

حضرت خطاب فرماتے تھے تولوگ رونے لگتے تھے اورعشق رسالت میں مچل کرکے اپنے گناہوں سے توبہ کرلیاکرتے تھے، آپ کواللہ تعالی نے زبان وبیان کی وہ تاثیرعطا کی تھی کہ لوگ آپ کی تقریر سنتے تویہی دل میں خواہش رہتی کہ حضرت بولتے جائیں اور ہم سنتے جائیں ، آپ کی تقریر کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ آپ ہمیشہ موضوع بدل بدل کر بولتے تھے، ایسانہیں ہوتا تھاکہ ایک ہی موضوع پر ہر جگہ تقریر فرماتے، کہیں پر نماز کے تعلق سے تقریر فرماتے توکہیں پر روزے کے تعلق سے تقریر فرماتے۔ کہیں پرحج و زکوٰۃ کے بارے میں تقریر فرماتے اور کہیں پر عشق رسالت پر گفتگوفرماتے، اعلی حضرت اور مسلک اعلی حضرت سے آپ کوبڑی عقیدت تھی، آپ کی تقریراعلی حضرت کے پاکیزہ اشعار سے مزین ہوتی تھی اور موقع محل دیکھ کرکے ایسے اشعار پڑھے تھے کہ طبیعت باغ باغ ہوجاتی تھی، آپ کے اندر نہ تونذرانہ کی لالچ تھی نہ ہی نذرونیاز کی کوئی خواہش تھی اور نہ ہی آپ کبھی نذرانہ طے کرکے کہیں تقریر کرنے جاتے تھے، کہیں بھی ضرورت محسوس ہوتی توآپ کبھی سائیکل سے، کبھی پیدل، کبھی موٹر سائیکل سے جس انداز میں بھی ممکن ہوتا آپ اس جگہ تشریف لے جاتے اور اصلاح کی کوشش فرماتے اور جہاں جس موضوع پر تقریر کرنے کی ضرورت ہوتی تھی اسی موضوع پر تقریر فرمایاکرتے تھے ،علاقے میں اگرکہیں سنتے کی بدمذہبوں کاغلبہ ہو رہاہے یابدمذہبوں کا جلسہ ہورہاہے توآپ بے چین وبے قرار ہوجاتے اور اور کہیں کتابیں لے کرکے توکہیں پر ایسے ہی تشریف لے جاتے اور لوگوں کے ایمان وعقائد

کی اصلاح فرماتے اور سب کو مسلک اعلی حضرت پر قائم ودائم رہنے کی تلقین فرماتے۔

علمیت اور روحانیت کے جامع

حضرت کی شخصیت علمیت اور روحانیت کا مجمع البحرین تھی، اگر ایک طرف آپ کے اندر علم کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر نظر آتا تھا تو دوسری طرف روحانیت کا جلوہ بھی نظر آتا تھا، آپ اپنے علم پر اس قدر عمل پیرا رہتے تھے کہ ایک طرف آپ علم کے تاجدار نظر آتے تھے تو دوسری طرف آپ میدان تصوف کے شہسوار نظر آتے تھے، اللہ تعالی نے یہ خوبی کم ہی لوگوں کے اندر عطا فرمائی ہے کہ انھیں بیک وقت علمیت اور روحانیت کا جامع بنایا ہو، مگر یہ ہمارے حضرت کی شخصیت کا کمال امتیاز تھا کہ آپ کے اندر جوہر علم بھی تھا اور روحانیت بھی تھی اس طرح سے آپ بیک وقت علمیت اور روحانیت کا حسین سنگم نظر آتے تھے۔

حضرت کے مریدین

حضرت کے مریدین آپ کا حد درجہ احترام کرتے تھے، آپ اگر بیٹھے رہتے تھے تو سامنے خاموشی کے ساتھ ہاتھ باندھ کر سر جھکائے کھڑے رہتے تھے اور ہر کوئی اس انتظار میں رہتا تھا کہ حضرت کوئی حکم دیں اور وہ اسے بجالائے، جو ادب حضرت کے مریدین کے اندر میں نے دیکھا، کسی پیر کے مرید کے اندر نہیں دیکھا، حضرت کے مریدین کے اندر ایک بڑی خاصیت یہ تھی کہ جب سے حضرت کے دامن سے جڑتے تب سے ان کے اندر تقوی وطہارت، خلوص وللہیت، خدمت خلق، عوام الناس کی

ہمدردی اور اخلاص جیسے اوصاف پیدا ہو جاتے تھے، حضرت کے مریدین ہمیشہ عشق رسالت سے سرشار رہتے تھے اور ہر لمحہ اپنے پیر کی محبت میں ڈوبے رہتے تھے ، حضرت اپنے مریدین کی ایسی تربیت فرماتے تھے کہ ان کے اندر بھائی چارگی اور محبت سگے بھائیوں سے کہیں زیادہ پیدا ہو جاتی تھی، ایک بھائی دوسرے بھائی کے لیے اپنی جان نچھاور کرنے کے لیے تیار رہتا تھا اور سب مل جل کر کے حضرت کی قیادت اور نگرانی میں سلسلہ کی ترویج و اشاعت کے ساتھ دین کی خدمت کرتے تھے اور اس طرح سے سلسلۂ قادریہ تیغیہ پھلتا پھولتا رہا، آج ممبئی کی سرزمین پر بہت سارے مریدین موجود ہیں، آپ انھیں دیکھ سکتے ہیں اور ان کے اندر جو تقویٰ و طہارت اور خلوص وللّٰہیت کا جذبہ پایا جاتا ہے اسے محسوس کر سکتے ہیں۔

حضرت کا خواب

حضرت کو شروع ہی سے تعلیم و تعلم اور اشاعت علم دین کا بڑا شوق تھا اسی شوق اور جذبے کے تحت آپ نے جامعہ رضویہ شمس العلوم کو پروان چڑھایا، اس کو ایک چھوٹے سے مدرسے سے دارالعلوم کی شکل دی، اچھے اساتذہ کا انتخاب کیا اور میرے اپنے اندازے کے مطابق اس وقت جامعہ میں تقریبا پچیس سے زائد قابل اساتذہ پر مشتمل اسٹاف موجود تھا، تقریبًا ہزار کے آس پاس شعبہ پرائمری اور درس نظامی کے طلبا دینی تعلیم حاصل کرتے تھے، ان کے قیام وطعام اور دوا، علاج اور رہائش کے لیے حضرت اعلی انتظام فرماتے تھے، حضرت کا خواب تھا کہ جامعہ رضویہ شمس

العلوم کو اس علاقے کی عظیم الشان دینی یونیورسٹی بنایا جائے مگر حضرت آج ہمارے درمیان نہیں رہے جس کی وجہ سے حضرت کا یہ خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکا اور آج جامعہ رضویہ شمس العلوم جس حالت میں ہے اسے آپ دیکھ سکتے ہیں، اگر حضرت کی ذات موجود ہوتی تو آج یہ ادارہ اوج ثریا پر ہوتا، یقیناً آج یہاں پر ایک عظیم الشان یونیورسٹی دعوت نظارہ دیتی اور تعلیم و تعلم کا ایک شہر آباد ہوتا، طالبان علوم نبویہ کا حسین قافلہ موجود ہوتا، مگر حضرت کا یہ خواب اور حضرت کی یہ آرزو پوری نہ ہو سکی اور وقت سے پہلے ہی حضرت اللہ کو پیارے ہو گئے۔

ہمارے حضرت کو طلبا سے بڑی محبت تھی، اسی لیے ان کے کھانے پینے کا اعلیٰ سے اعلیٰ انتظام فرماتے تھے، دال چاول اور سبزی کے ساتھ گوشت اور مقوی غذاؤں کا اہتمام کرتے تھے، ہمیشہ اس بات کی تاکید کرتے تھے کہ یہ طلبہ مہمان رسول ہیں، کبھی بھی ان کے دل کو کوئی ٹھیس نہ پہنچے اور انھیں یہ احساس نہ ہو کہ ہم گھر سے دور ہیں، ہمیشہ حضرت بچوں کو اپنی اولاد سمجھ کر ان کی تعلیم و تربیت کا انتظام فرماتے تھے اور ان کے کھانے پینے کا بندوبست فرماتے تھے۔

جامعہ رضویہ شمس العلوم میں جو بھی تعمیری کام ہوا ہے، وہ حضرت ہی کے دور میں ہوا ہے، یہ جو ہاسٹل آپ کو نظر آرہا ہے اور اس کے بغل کا جو ہاسٹل ہے، اس کے گراؤنڈ فلور اور فرسٹ فلور کی تعمیر حضرت ہی کی کوشش اور ان کی محنت سے ہوئی، حضرت نے مدرسے کو چھوڑا اور ۲۰۰۵ء میں آپ کا وصال ہوا، تب سے لے کر آج

تک مدرسے میں کوئی قابل ذکر تعمیری کام نہیں ہوسکا، بلاشبہ آج اگر حضرت ہوتے تو مدرسے میں نہ تو تعمیر کی کمی ہوتی اور نہ ہی تعلیم کی۔

حضرت کے دور میں اساتذہ سب ایک دوسرے سے مل جل کر کے، پیار اور محبت سے رہتے تھے، حضرت کا پروگرام تھا کہ یہاں ایک فیملی کوارٹر بنوایا جائے، جس میں تمام اساتذہ کے بچے قیام کریں اور اساتذہ طلبہ کے ساتھ رہیں تاکہ کوئی بھی استاذ تعلیم و تدریس میں ناغہ نہ کرے اور لوگ اپنے بچوں کے ساتھ بھی رہ لیں اور اپنے تدریسی فرائض بھی انجام لیں، اساتذہ اور طلبا دونوں ایک دوسرے سے پیار اور محبت کے ساتھ اچھا تعلق رکھیں اور جیسے ایک باپ اور بیٹے کے درمیان تعلق ہوتا ہے اسی طرح سے اساتذہ اور طلبہ بھی رہیں۔

وقتاً فوقتاً حضرت بچوں کو نصیحت کیا کرتے تھے، سب کو اکٹھا کر کے ان کو سمجھاتے تھے کہ پڑھائی لکھائی اور نماز روزے پر دھیان دو، ہمیشہ اپنا وقت تعلیم و تعلم میں صرف کرو اور ہمیشہ یہ خیال رکھو کہ ہم دین کی خدمت کے لیے پڑھ رہے ہیں اور فراغت کے بعد اپنی پوری زندگی دین کی خدمت میں بسر کریں گے۔

تعلیمی امور میں مشاورت کے لیے حضرت اساتذہ کی میٹنگ بھی لیتے تھے اور باہمی مشورے سے فیصلے کیا کرتے تھے، ہمیشہ لوگوں کی رائے کا احترام کرتے تھے، اور ہر چھوٹے بڑے کے مشورے کو غور سے سنتے تھے اور پھر جو مناسب فیصلہ ہوا کرتا تھا، کیا کرتے تھے اور سب کو اس پر عمل کرنے کی ترغیب بھی دیتے تھے، اس

طرح سے آپ ہمیشہ مدرسے کی فلاح و بہبود میں لگے رہتے تھے ،اللہ تعالی آپ کو بہترین اجر عطا فرمائے، بلاشبہ جامعہ رضویہ شمس العلوم آپ کی زندہ کرامت ہے، جب تک یہ ادارہ آباد رہے گا تب تک آپ کی یہ کرامت باقی رہے گی۔

اصلاح معاشرہ کانفرنس

آپ کی کوششوں سے علاقے میں میں بہت اصلاح ہوئی اور اسی سلسلے کی ایک تاریخی کڑی اصلاح معاشرہ کانفرنس بھی ہے، چھ مہینے تک حضرت نے پورے علاقے اور قرب و جوار کا دورہ کیا اور لوگوں کو اس عظیم الشان کانفرنس کے لیے تیار کیا، ایک دن بھی اپنے گھر پر قیام نہ کیا، گھر گھر جا کر لوگوں سے تعاون کی درخواست کی اور علاقے کی عوام اور علما کو اس پروگرام میں شرکت وتعاون کے لیے تیار کیا، آپ ہمیشہ اس دھن میں لگے رہتے تھے کہ کس طرح سے اس پروگرام کو تاریخی اور عظیم پروگرام کی شکل دی جاے، الحمدللہ ! حضرت کی کوشش کامیاب ہوئی، لاکھوں کا مجمع ہوا، پپرا کنک کی سرزمین پر اتنی عظیم الشان محفل میں نے نہیں دیکھی، حضرت کی دعوت پر وقت کے بڑے بڑے علماے کرام، مشائخ عظام تشریف لائے اور لوگوں نے اپنے بیان اور اپنی تقریر سے یہاں کے عوام کی اصلاح فرمائی، یہ پروگرام حد درجہ کامیاب ہوا، لوگوں کی کوشش تھی کہ کسی طرح سے اس پروگرام کو ناکام کیا جائے مگر اللہ تعالی جسے کامیاب کرنا چاہتا ہے اسے کوئی ناکام نہیں کر سکتا، آج بھی یہاں کے لوگوں کو یہ تاریخی پروگرام یاد ہے اور یہ حضرت کی کرامت تھی کہ ہزاروں مخالفین کی مخالفت اور

حاسدین کے حسد کے باوجود کانفرنس کا انعقاد ہوا جس میں کثیر تعداد میں عوام اہل سنت کے ساتھ ملت کے اکابر علما و مشائخ نے شرکت کی۔

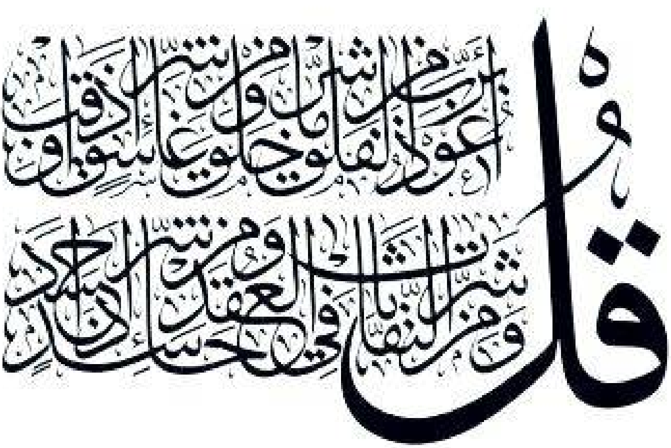
علاقائی علما کے ساتھ حضرت کے روابط

حضرت باوجودیکہ خود ایک بہت بڑے پیر اور ایک جید عالم دین تھے لیکن آپ کے اندر کبھی غرور و تکبر اور احساس برتری کا جذبہ نہیں پیدا ہوا، آپ سب کا احترام کرتے تھے، علاقائی علما کے ساتھ آپ کے بڑے خوشگوار تعلقات تھے، آپ انھیں ہر پروگرام میں دعوت دیتے تھے، ان کو عزت دیتے اور ہمیشہ ان کے ساتھ حیثیت کے مطابق احترام و تکریم سے پیش آتے تھے، یہاں کے علما بھی حضرت سے بے حد عقیدت رکھتے تھے اور آپ کی ایک آواز پر لبیک کہتے ہوئے ہر تحریک میں شامل ہونے کی کوشش کرتے تھے، کہیں بھی پروگرام ہوتا سرپرستی اور قیادت حضرت ہی فرماتے تھے اور یہاں کے علما ہمیشہ آپ کو عزت و احترام کی نظر سے دیکھتے تھے۔

حضرت کی عظمت شان

ایک بار حضرت براؤں شریف کے جلسہ دستار بندی میں تشریف لے گئے، جب آپ وہاں پہنچے تو اس وقت رات کا وقت ہو چکا تھا، اس وقت مدرسہ حضرت خلیفہ صاحب علیہ الرحمہ کی نگرانی میں چل رہا تھا، خلیفہ صاحب نے جب آپ کو دیکھا تو حیرت میں ڈوب گئے اور پوچھا کہ یہ یہاں کیسے پہنچ گئے، ان کو تو میں نے اجمیر شریف میں محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ سردار احمد علیہ الرحمۃ والرضوان کے ساتھ خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالی عنہ کے مزار شریف پر حاضری دیتے ہوئے دیکھا

ہے، دیکھنے والے بیان کرتے ہیں کہ خلیفہ صاحب نیچے تشریف لائے اور دونوں ایک دوسرے سے مصافحہ و معانقہ کیے اور بڑی عقیدت و محبت کے ساتھ دونوں نے ایک دوسرے سے ملاقات کی، اس دور میں خلیفہ صاحب نے حضرت کو نذرانہ پیش کیا، اور فرمایا اگر آپ کی آمد کا پہلے سے علم ہو جاتا تو یہاں کسی کی تقریر نہیں ہوتی، صرف آپ کی تقریر ہوتی۔


قل أعوذ برب الفلق من شر ما خلق ومن شر غاسق إذا وقب
ومن شر النفاثات في العقد ومن شر حاسد إذا حسد

حضرت حافظ قاری

حفیظ اللہ ولد ریاض الدین

سابق استاذ جامعہ رضویہ شمس العلوم پپرا کنک

استاذ مدرسہ غوثیہ تمکوہی راج،

کشی نگر

جھلکیاں

- آغاز سخن
- حضرت سے تعلق کی نوعیت
- حضرت اپنی مثال آپ تھے
- حضرت کی نگاہ باطن
- اہتمام نماز
- حضرت کی شان خطابت
- انداز خطابت
- انداز تربیت
- اساتذہ کے ساتھ آپ کا رویہ
- جذبۂ اصلاح
- حضرت کا اخلاص
- حضرت کے مریدین
- نگاہ مرد مومن کی شان
- تعویذ نویسی
- غیر مسلموں سے حضرت کے روابط
- حضرت کے دور اخیر میں جامعہ۔
- کنبہ پروری سے احتراز
- جامعہ کا سالانہ جلسۂ دستار بندی
- محرم الحرام کا پروگرام
- عید میلاد النبی کا اہتمام
- اندازِ تربیت
- اہتمام نماز
- قول و عمل میں یکسانیت
- محفل نعت
- تکریم علما
- خدمت خلق
- جامعہ کی تعمیر و ترقی میں حضرت کا کردار
- حضرت کا مزاج
- خانقاہ ایوبیہ کی شان امتیاز
- جامعہ کے طلبہ پر شفقت
- اساتذہ جامعہ پر عنایت
- ماہم شریف کی حاضری
- اعلیٰ حضرت سے آپ کی عقیدت
- تقریر سے پہلے تیاری کرتے تھے
- نگاہ ولایت

آغاز سخن

۱۹۸۷ء میں، میں نے جامعہ میں داخلہ لیا، اس وقت مدرسہ کی صرف ایک بلڈنگ کے فرسٹ فلور کی تعمیر ہوئی تھی، مدرسہ کا تعلیمی معیار بھی بہت اچھا نہیں تھا، میرے سامنے ہی یہاں پر حضرت کی جدوجہد سے بہت ساری عمارتوں کی تعمیر ہوئی، اور یہاں جو کچھ نظر آرہا ہے، سب حضرت ہی کی کاوشوں کا ثمرہ ہے۔

حضرت سے تعلق کی نوعیت

حضرت سے میں حد درجہ متاثر تھا، اور آپ سے میرا تعلق کئی جہتوں سے تھا، وہ میرے بڑے کرم فرما استاذ بھی تھے، اور میرے محسن و مربی بھی، حضرت مولانا ہاشم مصباحی اور مجھے اکثر حضرت اپنے ساتھ سفر میں لے کر جاتے، کبھی تقریری سفر میں، کبھی ممبئی وغیرہ بھی لے کر جاتے، کبھی ہم گورکھ پور حضرت کو ٹرین پکڑانے لے جاتے تھے، تقریباً آٹھ نو سال تک مسلسل حضرت کے ساتھ سفر کا اتفاق رہا، حضرت کی عنایت تھی کہ کئی سال تک ممبئی خانقاہ میں رمضان میں تراویح پڑھانے کا شرف مجھ کو ملا۔

حضرت اپنی مثال آپ تھے

تقریبًا ۱۸؍سال تک میں نے حضرت کو دیکھا ہے اور بہت قریب سے دیکھا ہے، آپ یہاں مدرسہ کے مختار کل تھے، سب کچھ تھے، مگر کبھی آپ نے کسی کے ساتھ ظلم و زیادتی یا حق تلفی نہیں فرمائی، ہمیشہ سب کا خیال فرمایا، جس کو جس چیز کی ضرورت ہوتی پوری فرماتے تھے، بس یہ کہہ لیجیے کہ حضرت اپنی مثال آپ تھے، آج تک اِن آنکھوں نے آپ جیسا نہ تو دوسرا پیر و مرشد دیکھا نہ کسی مدرسہ کا منتظم و نگراں، آپ کی شخصیت کامل و اکمل تھی، ہر میدان میں آپ بےنظیر تھے۔

حضرت کی نگاہ باطن

حضرت کو اللہ تعالیٰ نے نگاہ باطن عطا فرمائی تھی، آپ کی شان یہ تھی کہ کسی کا چہرہ دیکھ کر سمجھ جاتے کہ اس کے دل میں کیا چل رہا ہے، اسی لیے لوگ آپ کے پاس بڑے ادب و احتیاط کے ساتھ آتے تھے، لوگوں کو یہ خوف رہتا تھا کہ کہیں حضرت میرے دل کے خطرات کو عیاں نہ فرما دیں، مگر حضرت ہمیشہ لوگوں کی عیب پوشی فرماتے، اور اصلاح کرنی ہوتی تو تنہائی میں بلا کر اصلاح فرماتے، ہر کسی کی عزت نفس کا خیال رکھتے تھے۔

اہتمام نماز

نماز حضرت کی حیات مستعار کا بہترین وظیفہ تھا، آپ نماز کا حد درجہ اہتمام

فرماتے تھے، بارہا میں نے دیکھا کہ ممبئی وغیرہ کے سفر کے لیے اگر گورکھ پور سے حضرت کا ٹکٹ ہوتا تو مغرب بعد ہی گھر سے نکل جاتے اور وہاں مسافر خانہ میں قیام فرماتے، پہلے ہی سے کمرہ بک کروا لیتے، آپ کے جو معمولات ہوتے ان کو بجالاتے، نماز تہجد، اوراد ووظائف اور نماز کا اہتمام فرماتے، صبح وقت سے بیدار ہوتے، نماز فجر ادا فرماتے، اور پھر سفر کی تیاری کرتے۔

سفر میں بھی جہاں بھی موقع ملتا نماز ادا فرماتے، وضو وغیرہ بنا کر پہلے سے تیار رہتے، جہاں ٹرین رکتی اتر کر نماز ادا فرماتے، کبھی تنہا تو کبھی باجماعت۔

ممبئی پہنچ کر جب کرلا اترتے تو پہلے پلیٹ فارم پر مصلیٰ بچھا کر نماز پڑھتے پھر گاڑی میں بیٹھتے تھے، غرضیکہ میں نے کبھی آپ کی کوئی نماز قضا ہوتی نہ دیکھی۔

حضرت کی شان خطابت

ممبئی میں جب حضرت کی تقریر ہوتی تو مجمع لگ جاتا، عوام تو عوام خواص بھی حضرت کی تقریر بڑی دلچسپی سے سماعت کرتے، دار العلوم محبوب سبحانی کرلا، دار العلوم حنفیہ قلابہ اور دیگر بڑے مدارس کے اساتذہ اسٹیج پر ہوتے، سب حضرت ہی سے تقریر کی درخواست کرتے، دو دو گھنٹے حضرت تقریر فرماتے، مگر کوئی ہلتا نہیں تھا، سب حضرت سے گزارش کرتے کہ حضرت اور بیان فرمائیں۔

اندازِ خطابت

حضرت کی تقریر عموماً اصلاحی ہوتی تھی، نماز، روزہ اور معمولات اہل سنت

پر بیان ہوتا، گفتگو شیریں، سنجیدہ، اور پاکیزہ ہوتی، اگر کسی کا رد بھی فرماتے تو مہذب انداز میں، تڑک بھڑک سے بالکل دور رہتے تھے، مجمع ساکت و جامد ہو کر آپ کی گفتگو سنتا، بہت زیادہ چیخ و پکار اور شور شرابہ سے احتراز فرماتے، ایک داعی اور مصلح کی جو خصوصیات ہوتی ہیں، وہ آپ کی خطابت میں موجود تھیں۔

انداز تربیت

آپ شیواجی نگر ممبئی گئے ہوں گے، ان کے مریدین کو دیکھا ہوگا، ان کے رہن سہن، لباس، بول چال سے آپ کو اندازہ ہو گیا ہوگا کہ حضرت کس انداز میں اپنے مریدین کی تربیت فرماتے تھے، آپ کے اکثر مریدین شریعت کے پابند اور تقویٰ و طہارت کے حامل ہیں، یہ سب حضرت کی تربیت کا نتیجہ ہے، سب سے پہلے آپ آدمی سے توبہ کراتے، اسے گناہ سے نفرت دلاتے اور نماز، روزہ کی تلقین فرماتے، اتباع شریعت کی ترغیب دیتے، خود بھی شریعت و سنت کے پابند تھے، اس لیے آپ کے مریدین میں بھی اس کی جھلک دیکھنے کو ملتی ہے، جیسا پیر ویسا مرید، آپ مریدین کی تربیت اپنے قول سے زیادہ عمل سے فرماتے تھے۔ یہ آپ کی شان امتیاز تھی۔

حضرت اپنی خاص مجلسوں میں نہایت سہل انداز میں دین کی باتیں لوگوں کو سمجھاتے، اور انھیں نیکی کی دعوت دیتے، الحمدللہ! لوگ آپ کی باتیں سنتے، سمجھتے اور ان پر عمل بھی کرتے تھے۔

اساتذہ کے ساتھ آپ کا رویہ

آپ جامعہ کے اساتذہ کا حد درجہ خیال رکھتے تھے، ان کے سکھ دکھ میں شریک رہتے، ان کی ضرورتوں کی تکمیل فرماتے، اساتذہ کو ہمیشہ ادائیگی واجبات کی تلقین فرماتے، سب کی نگرانی کرتے، سب کو محنت سے پڑھانے کی تلقین فرماتے۔

سچی بات یہ ہے کہ حضرت جیسا آج کوئی نظر نہیں آتا ہے، علما و عوام کو کس طرح ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا جائے، ان کو کس طرح اتحاد کی لڑی میں پرویا جائے، یہ ہنر صرف آپ کو حاصل تھا، اب اس فکر کا کوئی دوسرا عالم ہمیں نظر نہیں آتا، آپ ہمیشہ لوگوں کے لیے فکر مند رہتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ تاثیر سخن عطا فرمائی تھی کہ سبحان اللہ، عوام کو اکٹھا کر کے ان سے اپنی بات منوالینا اور ان کو دین کی طرف راغب کر لینے کا فن آپ کے اندر بدرجۂ اتم موجود تھا، آپ کو یہ معلوم تھا کہ کس طرح سے پبلک کو ڈیل کرنا ہے، کس طرح انھیں راہ راست پر لانا ہے، اور کس طرح ان کی اصلاح کرنی ہے۔

جذبۂ اصلاح

حضرت ہر لمحہ لوگوں کی اصلاح کے لیے فکر مند رہا کرتے تھے، بارہا علاقے میں جہاں ضرورت محسوس ہوتی، آپ پروگرام میں تشریف لے جاتے اور فی سبیل اللہ تقریر فرماتے، کئی بار ہم لوگ گاڑی میں کتابیں بھر کر حضرت کے ساتھ گئے ہیں،

"ریتا" ایک علاقہ ہے، وہاں دیوبندیت نے زور پکڑا تو حضرت کے ساتھ ہم لوگ عقائد و معمولات اہل سنت کی بہت ساری کتابیں باندھ کر لے گئے، لوگوں کو سمجھایا بجھایا، اہل سنت و جماعت کے عقائد و نظریات سے واقف کرایا، اس طرح بدمذہبیت کے سیل رواں پر بند باندھا گیا، علاقہ آج بھی الحمد للہ! بدمذہبیت کی نحوست سے پاک ہے، اور یہ سب حضرت کی جد و جہد کا نتیجہ ہے، اللہ تعالیٰ حضرت کے درجات بلند فرمائے۔

حضرت کا اخلاص

حضرت کے اندر حرص و طمع نام کی کوئی چیز نہیں تھی، امیر و غریب میں کوئی فرق نہیں کرتے تھے، سب کو یکساں حیثیت سے دیکھتے تھے، اور سب کی دعوت پر لبیک کہتے تھے، بارہا میں نے دیکھا کہ غریب ترین آدمی آیا اور آپ کو پروگرام کی دعوت دی، آپ نے بصد شوق قبول کیا، اور اپنی سواری سے تشریف لے گئے، نہ نذرانہ نہ لفافہ، بس چپکے سے تقریر کی اور چپکے سے چلے آئے، آپ سب کے ہر دل عزیز تھے اور سب کا خیال رکھتے تھے۔

آپ کے اندر ایک بڑی خوبی یہ بھی تھی کہ آپ لوگوں کو دیکھ کر ان کی ضرورتوں کو بھانپ لیتے تھے، اور بڑی خاموشی سے ان کی مدد فرماتے کہ دوسروں کو پتہ بھی نہیں چلتا تھا، بہت سارے لوگوں کو آپ نے برسر روزگار کر دیا، اور ان کی زندگی کو خوش حال بنا دیا۔

یہیں پیرا کنک خاص میں ایک شہید بھائی تھے، نشے کے عادی تھے، ہمیشہ

نشہ میں رہتے تھے، مگر حضرت کی صحبت میں آئے تو دل کی دنیا بدل گئی، حالت میں انقلاب آگیا، اور ایسے راہ راست پر آئے کہ ان کو دیکھ کر رشک آتا تھا، حضرت نے ان کی ایسی اصلاح فرمائی کہ وہ ہمیشہ کے لیے نیک بن گئے، اور ایک اچھے انسان کی زندگی گزارنے لگے۔

ممبئی بھی آپ نے دیکھا ہوگا کہ حضرت کے مریدین میں اکثر ایسے لوگ ہیں جن کی لائن صحیح نہیں تھی، بہت سارے لوگ نشہ کے عادی تھے، کرمنل ٹائپ کے تھے، مگر حضرت سے جڑنے کے بعد ان کی زندگی بدل گئی اور ہمیشہ حق کی راہ کے راہی بن گئے، بڑے دادا اور ٹپوری قسم کے لوگ حضرت کی تربیت سے مرد صالح بن گئے، اور نماز روزے کے پابند بن گئے۔

حضرت کے مریدین

حضرت کے مریدین آپ کا بے حد احترام کرتے تھے، آپ کی بارگاہ میں نہایت مودب و مہذب رہتے تھے، سامنے ہوں یا پیٹھ پیچھے ہمیشہ آپ کے اشارہ ابرو کے منتظر رہتے اور اس انتظار میں رہتے کہ حضرت کے لب سے پھول جھڑیں اور یہ لپک کر چن لیں، ہمیشہ یا تو دوزانو بیٹھے رہتے، یا مودب ہاتھ باندھ کر سر جھکائے کھڑے رہتے۔

ایک واقعہ یاد آگیا، ایک مرید تھے حضرت کے، نام فاروق احمد تھا، بڑے ہوشیار اور خوش اخلاق تھے وہ، ایک بار سرکار کی خدمت میں ادب سے بیٹھے ہوئے تھے، اور بڑے غور سے سرکار کا چہرہ دیکھ رہے تھے، اور دل ہی دل میں سوچ رہے

تھے کہ آخر سرکار کا چہرہ سانولا کیوں ہے؟ ابھی یہ عالم فکر ہی میں تھے کہ سرکار نے ان کی سوچ کو آشکار کر دیا اور فرمایا: فاروق یہی سوچ رہے ہو نا کہ میرا چہرہ سانولا کیوں ہے؟ ارے میرے سرکار کی کملی بھی تو کالی تھی، سبحان اللہ، ایسا جواب سن کر حضرت کے وہ مرید ساکت و جامد ہو گئے۔

نگاہ مرد مومن کی شان

حضرت کی سب سے بڑی کرامت تو آپ کا تقویٰ ہے، یہی ایک مرد مومن کی سب سے بڑی کرامت ہے کہ وہ متبع شریعت و سنت رہے، مگر کبھی کبھی بزرگوں سے ظاہری کرامتوں کا صدور بھی ہوتا ہے، ایک بار گوونڈی بیگن واڑی کی طرف سے ایک عقیدت مند حضرت کی خانقاہ میں آئے، بہت پریشان حال تھے، حضرت سے آکر عرض کرنے لگے کہ میں بہت دنوں سے بیمار رہتا ہوں، بہت دوا علاج کیا، مگر شفا نہیں مل رہی ہے، نظر کرم فرمائیں۔

حضرت نے پوچھا کہاں کہاں علاج کرایا، اس نے بتایا کہ حضور فلاں فلاں ہاسپٹل اور فلاں فلاں ڈاکٹر کو دکھا چکا ہوں مگر راحت نہیں ملی، حضرت نے پوچھا کہیں سے بیعت ہو، وہ بے چارہ بیعت کا مطلب ہی نہیں سمجھ رہا تھا، اس نے پوچھا حضور بیعت کا کیا مطلب؟ حضرت نے فرمایا کہ کسی پیر سے جڑے ہو؟ اس نے نفی میں جواب دیا، سرکار نے فرمایا، جاؤ نہا دھو کر آؤ، وہ نہا کر واپس آیا، سرکار نے اسے مرید کیا، اور اس کے لیے خصوصی دعا فرمائی، اس کے بعد وہ اپنے گھر گیا، دو تین دن گزرے

تھے کہ وہ فرحاں وشاداں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کیا سرکار کا کرم کہ اب میں بالکل ٹھیک ہوں، جو دوانے کام نہیں کیا، آپ کی دعانے کیا۔

اس واقعہ کی شہرت ہوگئی، اور اس کا علاقے پر بڑا اچھا اثر ہوا، لوگ حضرت کی عظمت وکرامت کے قائل ہوگئے۔

تعویذ نویسی

یوں تو حضرت تعویذ وغیرہ بہت کم لکھتے تھے، مگر اگر کوئی واقعی ضرورت مند آپ سے ضد کرتا تو آپ بنا بھی دیتے تھے، حضرت کے تعویذ میں بہت اثر ہوتا تھا، کئی بار میں نے خود اپنے محلہ کرمینی کے کچھ لوگوں کے لیے تعویذ کی درخواست کی تو حضرت نے کرم فرماتے ہوئے لکھ کر دیا، لوگوں کو فائدہ بھی ہوا، حضرت اگر قلم اٹھا دیتے تو فائدہ ہو ہی جاتا، یہ حضرت کی بہت بڑی خوبی تھی، وہ اللہ والے تھے، اس لیے جو بھی اللہ سے دعا کرتے اللہ اسے قبول بھی فرماتا۔

غیر مسلموں سے حضرت کے روابط

حضرت سے غیر مسلموں کو بڑی عقیدت تھی، کیوں کہ حضرت ان کے ساتھ بھی حسن سلوک اور اخلاق کے ساتھ پیش آتے تھے، اور ان کی ضرورتوں کی تکمیل کی کوشش فرماتے۔

یہیں ایک محلہ ہے جس کا نام ''بھیڑیائی ٹولہ'' ہے، وہاں سے ہم لوگ جاکر

بھیڑ کا گھی لاتے تھے، حضرت اسے استعمال فرماتے تھے، وہاں کے کچھ کمہار تھے، وہ حضرت کے بڑے عقیدت مند تھے، اور حضرت کی بارگاہ میں آتے تھے، آپ سے دعا تعویذ کراتے، انھیں فائدہ بھی ملتا، اسی لیے وہ حضرت کا بے حد احترام کرتے تھے۔

حضرت کے دور اخیر میں جامعہ رضویہ شمس العلوم

حضرت کے دور میں جامعہ رضویہ شمس العلوم کافی عروج پر تھا، یہاں کا تعلیمی معیار بھی اچھا تھا، ڈیڑھ دو سو بچے یہاں ہاسٹل میں رہتے تھے، اسٹاف بھی اچھا تھا، آپ نے باصلاحیت اساتذہ کا انتخاب کیا تھا، اور جید علما کی ایک ٹیم جامعہ کے حوالے کر دی تھی۔

حضرت کی سوچ یہ تھی کہ جس کا جو حق ہے اسے وہ حق دیا جائے، اس کی بہترین مثال یہ ہے کہ جب مدرسہ پرائیویٹ تھا، اس وقت یہاں کچھ اساتذہ پڑھا رہے تھے، جو بعد میں کسی وجہ سے یہاں سے چھوڑ کر چلے گئے، حضرت کی ایمان داری اور دیانت داری دیکھیں کہ جب مدرسہ گرانٹ پر آیا تو آپ نے ان اساتذہ کی سابقہ خدمات کو دیکھتے ہوئے ان کو دوبارہ بلا کر بغیر کسی پیسے کے، ان کو یہاں سرکاری جگہ عنایت فرمائی، جو تقرری میں خرچ ہوا بس اتنا لیا، باقی کچھ بھی نہیں لیا، اس دور میں یہ بات عجیب سی لگتی ہے، مگر حضرت کی ذات کچھ ایسی ہی تھی، وہ کسی کا احسان نہیں بھولتے تھے، نا کسی کا حق مارتے تھے، نہ ہی کسی کے اوپر ذرہ بھر ظلم گوارا فرماتے تھے۔

کنبہ پروری سے احتراز

حضرت اتنے بڑے ادارے کے مالک تھے، سربراہ تھے، یہاں کے سیاہ و

سپید کے مالک تھے، جس کو چاہتے رکھتے، جس کو چاہتے نکالتے، مگر حضرت نے یہاں جس کو بھی رکھا اس کی اہلیت دیکھ کر رکھا، اگر انسان اہل ہے تو حضرت اسے ترجیح دیتے، اس لیے حضرت اپنے اعزہ و اقربا کا بھی لحاظ نہیں فرماتے تھے، اگر کوئی اہل نہیں ہے تو نہیں ہے، اسے آپ اپنی قرابت کی بنیاد پر مدرسہ میں جگہ نہیں دیتے تھے۔

بلکہ کبھی کبھار ایسا بھی ہوتا کہ تہمت سے بچنے کے لیے آپ اپنے گھر کے اہل افراد کو بھی سرکاری جگہ دینے سے احتراز فرماتے، آپ ہی کے بڑے بھائی حضرت علامہ غلام غوث صاحب علیہ الرحمہ جو سرکار مفتی اعظم ہند کے خلیفہ بھی تھے، انھیں کے شہزادے حضرت قاری غوث احمد شمسی صاحب، اچھے قاری تھے، نہایت اچھی آواز کے مالک اور شان دار تلاوت کی صلاحیت رکھتے تھے، حضرت نے انھیں بھی اس ادارے میں جگہ نہیں دی تاکہ بعد میں کوئی انگلی نہ اٹھا سکے، کہ حضرت اپنے گھر، خاندان والوں کو اٹھا کر مدرسہ میں بھر رہے ہیں، کنبہ پروری کر رہے ہیں، یہ حضرت کی بہت بڑی قربانی تھی ادارے کے لیے، آج انھیں کے ایثار کی بنا پر یہ ادارہ چل رہا ہے، ان کا خونِ جگر اور پسینہ یہاں کی مٹی میں شامل ہے، یہاں کی اینٹ اینٹ میں ان کے اخلاص و ایثار کی خوشبو محسوس کی جا سکتی ہے۔

جامعہ کا سالانہ جلسۂ دستار بندی

حضرت کے دور میں یہاں سادسہ تک کی اچھی تعلیم ہوتی تھی، سادسہ ہی میں عالمیت کی سند دی جاتی تھی، سال بھر میں ایک بار دستار بندی کا جلسہ ہوتا تھا، جس میں

بچوں کی دستار بندی ہوتی تھی، بڑے بڑے علماے کرام تشریف لاتے تھے، خصوصًا حضرت علامہ مفتی قاسم براہیمی صاحب مظفر پور، مولانا عبد اللہ عزیزی صاحب سیوان، جوہر صفی آبادی، حضرت مولانا شمیم القادری صاحب پٹنہ، مفتی منظر صاحب قبلہ، ۱۹۸۹ء میں حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ بھی یہاں تشریف لائے ہیں۔

اصلاح معاشرہ کانفرنس جو یہاں کی تاریخی کانفرنس تھی، اس میں ملک وملت کے نہایت چنندہ علما و مشائخ نے شرکت کی تھی، خصوصًا حضرت مولانا عبید اللہ خاں اعظمی، حضرت مولانا حلیم حاذق کلکتوی صاحب، بیکل اتساہی صاحب، ظفر بنارسی صاحب، حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی صاحب مبارک پور، حضرت مولانا غلام رسول بلیاوی صاحب، مولانا بلیاوی صاحب نے اسی کانفرنس میں طلاق کے موضوع پر نہایت شان دار تقریر فرمائی تھی اور یہیں سے آپ کو ملک بھر میں شہرت حاصل ہوئی، آپ کی تقریر نہایت کامیاب ہوئی تھی، دو جگہ اسٹیج لگا تھا، دھسوا کے آس پاس جتنے کھیت تھے سب خالی تھے، ہر جگہ پبلک ہی پبلک تھی، لاکھوں کا مجمع تھا، بہت تاریخی پروگرام تھا۔

محرم الحرام کا پروگرام

حضرت یہاں محرم کے موقع پر دس روزہ پروگرام کا اہتمام فرماتے تھے، قرب وجوار کے لوگ اس میں شرکت کرتے تھے، دو سے ڈھائی گھنٹہ روزانہ تقریر فرماتے تھے، لوگ ہمہ تن گوش ہوکر تقریر سنتے، اور شہادت کا ایسا بیان ہوتا کہ لوگ

رونے پر مجبور ہو جاتے، بڑے بڑے سنگ دل بھی آب دیدہ ہوجاتے، خلفاے راشدین، صحابہ کرام، اہل بیت اطہار، حسنین کریمین، ان کے والدین رضی اللہ عنہم کے تعلق سے ایسا مدلل و مفصل بیان فرماتے کہ لوگ عش عش کر اٹھتے، اتنی تفصیلی تقریر ہوتی کہ جاہل سے جاہل آدمی بھی سمجھ جاتا، ایسا لگتا کہ حضرت اپنی آنکھوں سے سب کچھ دیکھ رہے ہیں، اور بیان فرمارہے ہیں، لوگ انتظار کرتے تھے کہ کب محرم کا چاند طلوع ہو اور ہمیں حضرت سے تقریر سننے کا موقع ملے۔

عید میلاد النبی کا اہتمام

اسی طرح سے حضرت عید میلاد النبی کے موقع پر جشن عید میلاد النبی کا خصوصی اہتمام فرماتے تھے، شب ولادت کی صبح لوگ نہا دھو کر تیار رہتے، جلدی سو کر اٹھ جاتے، اور تلاوت قرآن، اوراد و وظائف پڑھتے، پھر یہاں مدرسہ میں جمع ہوتے، نعت خوانی ہوتی، نماز فجر کے بعد والہانہ انداز میں سلام پڑھا جاتا، اور پھر حضرت کا لنگر جاری ہوتا، لوگ چائے، ناشتہ کرتے، فیرنی، گوشت روٹی تناول کرتے، پھر یہاں سے جلوس نکلتا، حضرت عصا لے کر، عمامہ پہن کر آگے آگے چلتے اور پیچھے پیچھے لوگ نعت خوانی کرتے ہوئے چلتے، بڑا پرکیف سماں ہوتا تھا، ویسا منظر اب دیکھنے کو نہیں ملتا ہے۔

اندازِ تربیت

حضرت عوام کی تربیت کے ساتھ جامعہ کے طلبہ کی خصوصی تربیت

فرماتے، درس گاہ میں کچھ کتابیں پڑھاتے، پڑھاتے کیا پلاتے تھے، پھر ہر جمعرات کو بزم ادب کرواتے تھے، اس کے علاوہ وقتاً فوقتاً طلبہ کو جمع فرماتے، انھیں نصیحت فرماتے، حصول علم کی رغبت دلاتے، نماز روزہ کی تلقین فرماتے۔

اہتمامِ نماز

حضرت نماز کا خصوصی اہتمام فرماتے تھے، آپ نے پڑھا ہوگا کہ ”انتظار الصلوٰۃ صلاۃ“ حضرت اس انتظار میں رہتے کہ کب اذان ہو اور نماز پڑھنے کا موقع ملے، نماز میں ڈوب جاتے اور ایسے خشوع و خضوع کے ساتھ نماز پڑھتے کہ دیکھ کر لگتا کہ کوئی بندۂ مومن اپنے رب کے حضور حاضر ہے، نماز فجر ادا فرماتے، اس کے بعد آدھا گھنٹہ سلام ہوتا، قصیدہ بردہ شریف اور

بلغ العلیٰ بکمالہ، کشف الدجیٰ بجمالہ

حسنت جمیع خصالہ، صلوا علیہ و آلہ

کا ورد کرتے، بڑا پرکیف سماں ہوتا تھا، آپ اتنی دیر تک سلام و دعا فرماتے مگر آپ کے اخلاص اور انداز میں ایسی کشش تھی کہ کوئی اکتاتا نہیں تھا، قصیدہ بردہ شریف وہ جس لب و لہجہ میں پڑھتے آج تک کوئی نہیں پڑھ پایا۔

آج ان سب باتوں کی یاد آتی ہے، تو دل بے چین ہو جاتا ہے، آج اللہ کے فضل سے سب کچھ ہے، خوش حالی ہے، مگر حضرت کے دور میں جو لطف تھا، اب نہیں ہے، دل بے قرار ہو جاتا ہے، حضرت کا دور یاد کر کے۔

قول وعمل میں یکسانیت

حضرت کے اندر ایک بڑی خوبی یہ تھی کہ آپ جو کہتے وہی کرتے بھی تھے، عالم بے عمل نہیں تھے، عالم باعمل تھے، پہلے خود عمل کرتے پھر لوگوں کو دعوت عمل دیتے، جو اسٹیج پر کہتے وہی تنہائی میں کرتے بھی تھے، آپ کے قول وعمل میں یکسانیت تھی، نیت کے صاف تھے، دل کے سچے تھے، جلوت وخلوت دونوں میں مومن کامل کی حیثیت سے رہتے تھے۔

محفل نعت

نماز تو سب پڑھتے ہیں، تہجد بھی بہت سارے لوگ پڑھتے ہیں، مگر حضرت کی نعت خوانی کی جو محفل ہوتی، اس کی شان ہی نرالی تھی، دورویہ مجلس ہوتی، حضرت بیچ میں تشریف رکھتے، اس مجلس میں کئی اچھے نعت خواں ہوتے تھے، حضرت کی نظر میں سب سے اچھی نعت میں ہی پڑھتا تھا، سب سے زیادہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کا کلام پسند فرماتے تھے، بیدم شاہ وارثی کا مشہور زمانہ کلام:

آدل میں تجھے رکھ لوں اے جلوۂ جاناناں   بے خود کیے دیتے ہیں انداز حجابانہ

اس کو بھی حضرت بڑے شوق سے سنتے تھے، آپ پر وجد کی کیفیت طاری ہوجاتی تھی، کبھی کبھی از خود رفتہ ہوکر کھڑے ہوجاتے، اور وجد میں جھومنے لگتے، جیب سے پیسہ نکالتے جاتے، اور نعت خواں کو دیتے جاتے، مگر کرامت یہ تھی کہ آپ کی

جیب کبھی خالی نہیں ہوتی، روتے جاتے تھے، اشکوں سے ریش مبارک تر ہو جاتی۔

ربیع الاول شریف کے موقع پر رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کا کلام:

بہرِ دیدار مشتاق ہے ہر نظر، دونوں عالم کے سردار آجائیے

بہت شوق سے سنتے، اور روتے جاتے، جب بھی مجلس نعت ہوتی آپ کا عشق رسالت شباب پر ہوتا، اتنا روتے کہ لوگ رونے لگتے، مت پوچھیے، وہ کیفیت ناقابل بیان ہے۔

تکریم علما

جلسہ جلوس میں یہاں علمائے کرام تشریف لاتے، حضرت ان کی حد درجہ تکریم فرماتے، خود ہی کھانا کھلاتے، ان کے آرام کا انتظام فرماتے، انھیں عزت و وقار کے ساتھ اسٹیج تک لے جاتے، ہر ایک کی ڈیوٹی لگا دیتے، سب علما کی خدمت پر مامور رہتے تھے، کہیں سے بھی کسی عالم کی خدمت میں کوئی کمی نہ آنے پائے، اس کا بھرپور خیال رکھتے تھے، جاتے وقت جو بھی بن پڑتا نذر و نیاز بھی پیش فرماتے۔

خدمت خلق

حضرت طبعاً بڑے سخی واقع ہوئے تھے، سخاوت کا ایسا جذبہ تھا کہ اپنی جیب سے خرچ کر کے مہمانوں کی ضیافت کرتے، بعد نماز عصر یہاں بیٹھک ہوتی تو اپنی جیب ہی سے چائے پانی کا انتظام فرماتے۔

ہم لوگ خود اس بات کے گواہ ہیں کہ گاؤں علاقے میں اگر کسی کو ضرورت

پیش آتی تو حضرت ہمیں لوگوں سے خاموشی کے ساتھ اس کے گھر پیسہ بھجواتے، نام لینا اچھا نہیں، کتنے ایسے ضرورت مند ہیں جن کا حضرت نے تعاون فرمایا، خدمت خلق میں تو اپنی مثال آپ تھے۔

یہاں سے لوگوں کو باہر بھیجتے، نوجوانوں کو سمجھاتے کہ باہر جاکر دس روپیہ ہی کماؤ مگر کچھ کماؤ، اپنے گھر پریوار کی خدمت کرو، والدین کی عزت کرو، انھیں اچھا سے اچھا کھانا کھلاؤ، اچھا سے اچھا لباس پہناؤ، کتنے لوگوں کو حضرت نے اپنے پیسہ سے باہر بھیجا آج وہ لوگ بڑی خوش حال زندگی گزار رہے ہیں، یہ سب حضرت کی دور اندیشی تھی، ان کا فیض تھا اور ان کی قوم کے تئیں سچی ہمدردی کا نتیجہ تھا۔

جامعہ کی تعمیر و ترقی میں حضرت کا کردار

حضرت کو اللہ تعالیٰ نے یہ ہنر بخشا تھا کہ کس طرح لوگوں سے دینی کام لینا ہے، ان کو تعاون کے لیے تیار کرنا، ان سے چندہ کرنا، اور چندہ کو جامعہ کی تعیر و ترقی میں صرف کرنا، یہ سب آپ کے عظیم الشان کارنامے ہیں، آج کے دور میں ہی نہیں حضرت کے دور میں بھی کسی کی جیب سے پیسہ نکالنا بڑا مشکل کام تھا، مگر حضرت کی زبان میں اللہ نے وہ تاثیر رکھی تھی کہ جس سے جو کہہ دیتے وہ دے دیتا تھا، حتی کہ عورتیں اپنے زیور تک حضرت کے قدموں میں نچھاور کر دیتی تھیں۔

مدرسہ کی تعمیر و ترقی کے لیے آپ نے بہت کوشش کی، اس کے لیے آپ نے اس آبادی میں اور قرب وجوار میں بڑے منظم انداز میں چندہ کیا، آپ نے ہر محلے

کے لیے ایک دن خاص کر دیا تھا، کہ آج یہاں پروگرام ہوگا، وہاں جاکر لوگوں کو علم دین کی اہمیت سمجھاتے، انھیں حصول علم کا شوق دلاتے، مدرسہ کے تعاون کی ترغیب دلاتے، لوگ پروانہ وار حضرت کی آواز پر لبیک کہتے، اور بڑھ چڑھ کر تعاون میں حصہ لیتے۔

شب وروز کے چوبیس گھنٹے حضرت بس مدرسہ ہی کے لیے سوچتے تھے، آپ کا معمول تھا کہ ہم لوگوں کے ذریعہ یہاں کے علمائے کرام، ائمہ مساجد اور قرب وجوار کے مخصوص لوگوں کو دعوت نامہ بھجواتے، انھیں یہاں مدعو فرماتے، ان کے چائے ناشتہ کا انتظام فرماتے، اور پھر میٹنگ میں مدرسہ کی تعمیر وترقی پر بات چیت ہوتی، لوگوں سے مشاورت فرماتے، ان سے رائے مانگتے کہ کس طرح مدرسہ کو آگے بڑھایا جائے، لوگ اپنی اپنی بات رکھتے، حضرت بغور سماعت فرماتے اور قابل عمل مشوروں پر عمل بھی کرتے تھے، علمائے کرام جب واپس جاتے انھیں لفافہ میں نذرانہ بھی پیش فرماتے، کوئی خالی نہیں جاتا، ہر موقع پر سب کو یاد کرتے تھے۔

۲۷ ر رمضان المبارک کو حضرت کے یہاں پارٹی ہوتی، علما وائمہ کو اس تاریخ کا بڑی شدت سے انتظار رہتا تھا، حضرت سب کو مدعو فرماتے، ضیافت کرتے اور نذرونیاز سے نوازتے تھے، غریبوں کو کھانا کپڑا وغیرہ پیش کرتے تھے۔

لوگوں کو مدرسہ سے جوڑ کر رکھتے تھے، خاص طور سے علمائے کرام کو بہت قریب رکھتے تھے، آپ ہر کسی کو عزت دیتے تھے، ایسا نہیں ہے کہ بڑے عالم ہیں تو ان کی بہت زیادہ عزت کرتے تھے اور مکتب کے مولوی کی نہیں کرتے تھے، سب کی

حسب حیثیت عزت کرتے تھے، علما کے لیے اپنی مسند چھوڑ دیتے تھے، اکابر تشریف لاتے تو اپنی مسند پر بٹھاتے تھے، اور ان کی بارگاہ میں ایک طالب علم کی طرح دو زانو بیٹھتے تھے۔

حضرت کا مزاج

حضرت منکسر المزاج تھے، اتنے بڑے پیر تھے، جید عالم دین تھے، اتنے بڑے مدرسہ کے مہتمم و سربراہ تھے، مگر احساس برتری نہیں تھی آپ کے اندر، سیدھے سادے انداز میں رہتے تھے، لوگوں کے ساتھ حسن اخلاق اور تواضع کے ساتھ پیش آتے تھے۔

خانقاہ ایوبیہ کی شان امتیاز

یہاں کی خانقاہ اور دیگر خانقاہوں میں بہت فرق ہے، میں دو باتیں بتاتا ہوں، پہلی یہ کہ خانقاہ میں صرف مرید نہیں کیا جاتا ہے بلکہ مریدوں کی باضابطہ اصلاح و تربیت بھی کی جاتی ہے، ان کو اتباع شریعت کا عادی بنایا جاتا ہے، آپ ممبئی وغیرہ کے مریدین کو دیکھ لیں اکثر حضرات کا لباس، داڑھی، رہن سہن ایک عالم دین کی طرح ہے، یہ اس خانقاہ کی امتیازی شان کا ایک پہلو ہے، دوسرا پہلو یہ ہے کہ یہاں اس بات پر زور دیا جاتا ہے کہ رزق حلال کما کر کھاؤ اور کھلاؤ، حضرت کی عادت تھی کہ جب بھی کوئی مرید حضرت کی بارگاہ میں پہنچتا، اگر وہ ڈیوٹی سے غیر حاضر ہو کر جاتا تو سخت ناراض

ہوتے، ڈانٹتے اور ڈیوٹی بجالانے کی تلقین فرماتے، فرماتے آج کام پر کیوں نہیں گئے، گئے ہوتے تو دس ہی روپیے کماتے، اس طرح یہاں مریدوں کو حلال روزی کمانے اور کھانے کا شوق دلایا جاتا ہے، یہ بھی اس خانقاہ کی امتیازی شان ہے۔

حضرت کا کوئی مرید اگر کسی مجبوری کی وجہ سے کام پر نہیں جا پاتا تو حضرت اسے اپنی جیب خاص سے پیسہ دیتے کہ جاؤ راشن پانی کا انتظام کرلو، اور کل سے ڈیوٹی پر جانا، کل حاضر ہوتا تو حضرت پوچھتے کہ کام پر گئے تھے، اگر کہتا ہاں تو حضرت بہت خوش ہوتے اور دعائیں دیتے۔

حضرت لوگوں کا چہرہ پڑھ لیا کرتے تھے، اور بتادیتے تھے کہ یہ آدمی کام پر گیا تھا کہ نہیں، ایک خادم حضرت کے تھے، یوسف بھائی، ان سے اکثر پوچھتے: یوسف! آج کام پر گئے تھے، وہ کہتے نہیں حضرت، طبیعت خراب تھی، حضرت ڈانٹتے کہ تمھاری روزانہ طبیعت خراب رہتی ہے، بچے کیا کھائیں گے۔

ظاہر ہے اس طرح کون پیر ہے جو اپنے مریدین کا اس طرح خیال رکھتا ہو، اور ان کی ہر چھوٹی بڑی بات پر نگاہ رکھتا ہو۔

جامعہ کے طلبہ پر شفقت

حضرت جامعہ کے طلبہ پر بڑے مہربان رہا کرتے تھے، ان کے کھانے پینے کا اعلیٰ انتظام فرماتے، خود مطبخ میں جاکر کھانا چیک کرتے، باورچیوں کو اچھا سے اچھا کھانا بنانے کا حکم دیتے، کبھی کبھار ایسا بھی ہوتا کہ کھانا گھٹ جاتا اور حضرت اپنے گھر سے بنواکر طلبہ کو کھلاتے، کسی بھی طالب علم کو بھوکا نہیں سونے دیتے۔

اساتذہ جامعہ پر عنایت

حضرت طلبہ کی طرح جامعہ کے اساتذہ پر بھی کافی عنایت فرماتے، ان کے بھی کھانے پینے اور رہنے سہنے کا معقول بندوبست فرماتے، کوئی ضرورت مند ہوتا تو اس کی ضرورت پوری فرماتے، اگر کسی کو محتاج دیکھتے تو اس کو اپنی جگہ پر پروگرام میں بھیج دیتے کہ آپ فلاں جگہ پروگرام میں چلے جائیں، اور وہاں فلاں طالب علم کو بھی لے لیجیے گا، اس کا مقصد یہ ہوتا کہ کچھ نذر و نیاز پا جائیں گے اور ان کا کچھ کام چل جائے گا۔

خود میرے اوپر بھی حضرت کی خاص نگاہ کرم رہتی تھی، آج میں جو کچھ بھی ہوں انھیں کی نگاہ کرم کا نتیجہ ہے، مجھ کو حضرت نے زمین سے اٹھا کر اس لائق بنایا ہے، میرا پریوار بہت خوش حال نہیں تھا، مگر حضرت نے کبھی بھی مجھے اپنی غربت کا احساس نہیں ہونے دیا، مجھ کو بھی بارہا پروگرام میں اس نیت سے بھیج دیتے کہ میں جاؤں گا اور نعت پڑھ کر کچھ انعام پاؤں گا، اس طرح میرا کچھ خرچ چل جائے گا۔

یہاں سے لے کر ممبئ تک مجھے جو عزت و حیثیت ملی، سب حضرت کی عنایت ہے، ورنہ میں کہاں اور ممبئ کہاں، جو کھالیا، جو پہن لیا، آج اتنی خوش حالی کے باوجود نہیں ہو پاتا ہے، ہماری ہر کامیابی کی شروعات حضرت کی نگاہ عنایت سے ہوئی، کلکتہ گئے، ایم پی گئے، ممبئ گئے، ہر جگہ حضرت کے ساتھ گئے، یہ سب حضرت کا مجھ حقیر پر کرم تھا۔

ماہم شریف کی حاضری

حضرت جب بھی کہیں سے سفر کرکے ممبئی آتے توغسل وغیرہ سے فراغت کے بعد فوراً گاڑی منگواتے اور ماہم شریف حضرت مخدوم ماہمی کی خدمت میں حاضری دینے پہنچ جاتے، اولیاے کرام کے مزارات پر حاضری ان کی زندگی کا بہترین مشغلہ تھا، بزرگوں کا فیضان خوب حاصل کیا آپ نے، ماہم درگاہ ہی کے پاس ایک ٹوپی والے بابا رہتے تھے، حضرت ان کے یہاں بھی تشریف لے جاتے، وہ بھی بڑے پائے کے بزرگ تھے، حضرت ہی کے ساتھ بریلی شریف امام اہل سنت کی بارگاہ میں بھی حاضری کی سعادت حاصل ہوئی۔

اعلیٰ حضرت سے آپ کی عقیدت

اعلیٰ حضرت کے بڑے شیدائی تھے، ان کا مسلک ومشن عام کرنا آپ کی زندگی کا نصب العین تھا، یہ ان کی عقیدت ہی تھی کہ جب بھی تقریر فرماتے تو مناسب موقع پر اعلیٰ حضرت ہی کے اشعار پڑھتے اور تقریر کا لطف دوبالا کردیتے۔

تقریر سے پہلے تیاری کرتے تھے

حضرت کی عادت تھی کہ تقریر سے پہلے اس کی تیاری کرتے، کتابوں کا مطالعہ فرماتے، ان سے نکات اخذ کرکے ایک کاپی پر نوٹ کرتے تھے، اور پھر ان نکات کو ذہن میں بیٹھا کر جب تقریر کرتے تو تقریر نہایت معیاری اور مدلل ہوتی، گاہے بگاہے اعلیٰ حضرت کے اشعار پڑھتے تو تقریر میں جان پیدا ہوجاتی تھی۔

آپ کا اسلوب خطابت نہایت نرالا تھا، جب تقریر شروع کرتے تھے تو بس کرتے جاتے تھے، نہ علما اکتاتے نہ عوام، ڈھائی ڈھائی گھنٹہ تقریر ہوتی مگر عوام خواص سب دلچسپی سے سماعت کرتے، تقریر کرنے کا جو انداز تھا، وہ ایک دم منفرد تھا، نہایت سنجیدہ لب ولہجہ تھا، آج کے دور میں کوئی خطیب اس انداز کا حامل نظر نہیں آتا ہے، جس کو بطور مثال پیش کیا جا سکے۔

حضرت نہایت مخلص تھے، ہر کام خالصاً لوجہ اللہ کرتے، تھے، یہاں علاقے میں تقریری پروگرام میں جاتے تو اپنی گاڑی کر کے جاتے اور کرایہ تک نہیں لیتے تھے، مل جاتا تو کوئی بات نہیں، آپ نے کبھی اپنے مریدین کی جیب پر نظر نہیں رکھی، نہ ہی ان سے آپ کو نذر و نیاز کی طمع رہتی، بلکہ الٹے ان کی مدد فرماتے تھے۔

نگاہ ولایت

حضرت کے تعلق سے ایک واقعہ یاد آگیا، جب میں پہلی بار ممبئ گیا، تو حضرت کے ایک مرید تھے نظام الدین بھائی، اکثر حضرت کی خانقاہ میں آتے تھے، ایک دن انھوں نے مجھ سے کہا کہ چلئے میں آپ کو ممبئ گھما لاتا ہوں، حضرت کو معلوم ہوا تو پوچھا کہاں لے جاؤ گے؟ پہلی بار ممبئ آیا ہے، کہیں بھول بھٹک نہ جائے، نظام الدین بھائی نے عرض کیا: نہیں سرکار میں خیال رکھوں گا، حضرت سے اجازت لے کر ہم لوگ نکلے، گیٹ آف انڈیا پر گئے، تفریح میں ایسے مست ہوئے نماز ظہر و عصر قضا ہو گئی، واپس خانقاہ پہنچے، جیسے ہی خانقاہ میں قدم رکھا، حضرت ٹہل رہے تھے،

فرمایا، دیکھو لوگ ٹہلنے گھومنے آتے ہیں، نماز سے کوئی مطلب نہیں رہتا ہے، سیر وتفریح کے چکر میں نمازیں قضا کر دیتے ہیں، اب ہماری حالت خراب ہو گئی، نماز قضا ہونے کا افسوس تو تھا ہی، حیرت اس بات پر تھی کہ آخر حضرت کو کیسے خبر ہو گئی، حضرت نے مجھے ڈانٹا کہ ممبئی اسی لیے آئے ہو کہ ٹہلو گھوموا ور نماز قضا کر دو، مجھے اس وقت بہت ندامت محسوس ہوئی، نظام بھائی کو بھی خوب پھٹکار لگائی کہ اسی لیے لے گئے تھے اس کو، میں نے اسی لیے منع کیا تھا، ٹھیک ہے وضو کرو، نماز ادا کرو پھر آکر بیٹھو۔

حضرت مولانا

محمد ہاشم مصباحی

کرمینی، کشی نگر

جھلکیاں

- حضرت کی خدمت
- بچوں کی تربیت
- امربالمعروف ونہی عن المنکر
- حضرت کا احسان عظیم
- حضرت اپنا خواب بیان فرماتے
- حسن انتخاب
- حضرت کے معمولات

حضرت کی خدمت

مجھے یہ شرف حاصل ہے کہ میں نے زمانۂ طالب علمی میں حضرت کی بہت خدمت کی ہے، حضرت کی عنایتیں بھی ملی ہیں اور ان سے بہت مار بھی کھائی ہے، استاذ کی حیثیت سے ان کا یہ حق بھی تھا۔

بچوں کی تربیت

حضرت یہاں کے طلبہ کو بلاتے تھے، ان سے پوچھتے کہ کیا پڑھتے ہو، بچے کہتے: فلاں کتاب، حضرت اس کتاب سے سوال کرتے اور بچوں کا جائزہ لیتے تاکہ بچوں کے اندر حصول علم کا جذبہ بیدار رہے، اور اساتذہ بھی محنت سے پڑھائیں، علم نحو وصرف ہم لوگ حضرت ہی سے پڑھے ہیں، خصوصاً رمضان کی چھٹی میں ہم لوگوں کو حضرت الگ سے پڑھاتے تھے، علم صرف میں بدایۃ الصرف اور نحو میں بدایۃ النحو حضرت نے ہم لوگوں کو حفظ کرا دیا تھا، بالکل ایک حافظ کی طرح ہم لوگوں کو رٹا دیا تھا، آپ کچھ بھی کرتے تو ہم لوگوں سے کہتے کہ یہ بحث سناؤ ہم لوگ حافظ کی طرح شروع ہو جاتے۔

امر بالمعروف ونہی عن المنکر

حضرت غلط بات بالکل برداشت نہیں کرتے، کسی کے اندر خلاف شرع کوئی بات دیکھتے تو اسے بلاکر نرمی سے سمجھاتے، اس کی اصلاح کرتے۔

بعد نماز ظہر اور بعد عصر یہاں بیٹھک ہوتی، حضرت مجلس میں بیٹھتے، سب کی خبر گیری فرماتے، سب سے پوچھتے کہ کوئی بات ہو تو بتاؤ، کسی کو کوئی پریشانی ہو تو ذکر کرو، حضرت ہر کسی کا خیال رکھتے، سب کی ضیافت فرماتے۔

نماز فجر کے بعد حضرت کمرے میں بیٹھ کر اوراد ووظائف میں مشغول ہو جاتے، اور میں حضرت کے روم کی صفائی کرتا تھا، جھاڑو لگاتا، بستر صاف کرتا، اور حضرت کے چائے ناشتہ کا انتظام کرتا۔

حضرت کا احسان عظیم

میرے اوپر حضرت کی بہت ساری عنایتیں رہی ہیں، سادسہ سے فراغت کے بعد گھریلو پریشانی کی وجہ سے میری تعلیم کا سلسلہ موقوف ہونے والا تھا، حضرت کو سب معلوم تھا، حضرت نے مجھے سمجھایا کہ بیٹے کوشش کرو کہ آگے کی تعلیم بھی حاصل کرو، ایک بار حضرت مولانا سراج صاحب آئے تو حضرت نے ان سے فرمایا کہ اس بچے کو مبارک پور لے جاؤ، اور وہاں اس کا داخلہ کراؤ، جو بھی خرچ ہوگا میں دوں گا، اس طرح حضرت نے میری اعلیٰ تعلیم کا بندوبست فرمایا، اور میری تعلیم کے دوران برابر تعاون فرماتے رہے۔

میری غربت کا خیال فرماتے ہوئے حضرت نے یہاں کی جامع مسجد میں کئی سال تک مجھے امامت اور چھوٹی تراویح پڑھانے پر مقرر کیا۔

حضرت کی خدمت کا کافی وقت ملا، جب بھی تنہائی میں ہوتے حضرت مجھے نصیحت فرماتے کہ بیٹا محنت سے پڑھو، جو بھی فن پڑھو دل لگا کر پڑھو، تجوید کے لیے حضرت نے مجھے قاری ایوب صاحب قبلہ کے حوالے کر دیا تھا، اور قاری صاحب قبلہ بھی کافی کرم فرماتے تھے، جب تک میں نہیں پہنچتا حضرت سبق نہیں پڑھاتے تھے، قاری صاحب سے میں نے معرفۃ التجوید، معرفۃ الرسوم اور قراءت کی دیگر کتابیں پڑھیں۔

حضرت اپنا خواب بیان فرماتے

حضرت جب مجلس میں بیٹھتے تو اکثر ایک خواب بیان فرماتے تھے کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ یہاں لوگوں کا مجمع لگا ہے، اور کچھ لوگ یہاں سے پھل فروٹ حاصل کر رہے ہیں، اس کی تعبیر بھی بیان فرماتے کہ یہاں علم دین کا عظیم الشان ادارہ قائم ہو گا، اچھے اساتذہ ہوں گے، طالبان علوم نبویہ یہاں آکر علم دین حاصل کریں گے۔

معیار انتخاب

حضرت جب بھی یہاں پر اساتذہ کا انتخاب کرتے تھے تو سب سے پہلے یہ دیکھتے کہ استاذ کے اندر تعلیمی لیاقت کیا ہے، وہ اس جگہ کا اہل ہے کہ نہیں۔

حضرت کے معمولات

حضرت صبح اٹھ کر سب سے پہلے نماز فجر ادا فرماتے، پھر لمبی دعا فرماتے تھے، اور اوراد ووظائف پڑھتے، ناشتہ کرتے، پھر مدرسہ کی ضروریات پر توجہ دیتے، مدرسہ میں کس چیز کی کمی ہے، اس کو پوچھتے، اس کے بعد دو تین گھنٹیاں پڑھاتے بھی تھے، تاکہ طلبہ اور اساتذہ سے تعلق برقرار رہے، ظہر بعد اپنے حجرہ میں آرام فرماتے، بس تھوڑی دیر، کوئی نہ کوئی آجاتا اور آپ اس سے بات چیت میں مصروف ہو جاتے، بعد نماز عصر مجلس ہوتی، لوگوں کے ساتھ بیٹھتے تھے، ان کے ساتھ دین کی باتیں کرتے، بعد مغرب کتابوں کا مطالعہ فرماتے، کوئی ملاقاتی آجاتا تو اس سے ملاقات کرتے۔

عشا کے بعد کافی دیر تک بیدار رہتے، مسجد میں جاکر طلبہ کو دیکھتے کہ وہ پڑھ رہے ہیں کہ نہیں، روزانہ ایک راؤنڈ ضرور لگاتے۔

اکثر دینی کتابوں کا مطالعہ فرماتے، ملفوظات، خطبات اور تفسیر و سیرت کی کتابیں پڑھتے تھے، یہاں پر ایک لائبریری بھی قائم فرمائی تھی، جس میں درسی و غیر درسی کتابوں کا انتظام فرمایا تھا۔

حضرت مولانا حافظ

تشریف عالم علیمی صاحب

استاذ جامعہ رضویہ شمس العلوم

پپرا کنک، کشی نگر

جھلکیاں

- ✍ حضرت کی سب سے بڑی کرامت
- ✍ اہتمام عبادت
- ✍ حضرت کی عظمت شان
- ✍ قابل ذکر عادت کریمہ
- ✍ خدمت خلق
- ✍ ممبئی میں حضرت کے معمولات
- ✍ حضرت کی سب سے بڑی خدمت
- ✍ ایک اور عظیم کارنامہ
- ✍ حضرت عالم باعمل تھے
- ✍ جامعہ میں میری تقریر
- ✍ اساتذہ جامعہ کا خیال
- ✍ طلبہ پر شفقت
- ✍ حضرت پیر کامل تھے
- ✍ حضرت ہمارے استاذ ہیں
- ✍ احترام علم وعلما
- ✍ خطیب بے مثال
- ✍ پابندئ صلوٰۃ
- ✍ حضرت کی اعلیٰ فکر
- ✍ زمین کا چندہ
- ✍ حضرت شاہ احمد نورانی اور شریف العلما

حضرت کی سب سے بڑی کرامت

آپ کی سب سے بڑی کرامت یہ تھی کہ آپ خود بھی متبع شریعت وسنت تھے اور آپ کے مریدین ومتوسلین بھی شریعت کے پابند تھے، ان کا لباس، ان کا ظاہر اوران کے اخلاق وعادات ظاہر میں شریعت کے مطابق تھے، باطن کا حال اللہ جانے۔

اہتمام عبادت

بارہا ہم نے دیکھا کہ حضرت رات میں ۱۲/بجے، ایک بجے پروگرام سے واپس آئے، ایسے میں آدمی کو نماز کی کہاں فکر ہوتی ہے، مگر حضرت گھر پہنچتے تو سب سے پہلے وضو بنا کر نماز پڑھتے، پھر اپنے معمولات کے مطابق اوراد ووظائف پڑھتے، پھر آرام فرماتے۔

حضرت کی عظمت شان

علاقہ میں حضرت کی بڑی عزت تھی، یہاں بہت سارے علما تقریر کرنے والے تھے، مگر کسی کا نام نہیں آتا تھا کہ کہیں کسی میلاد یا جلسہ میں تقریر کیے ہوں، مگر پپرا کنک اور قرب وجوار میں ہر محفل اور ہر مجلس میں حضرت ہی کی تقریر ہوتی تھی، لوگ حضرت ہی کا بیان سننا پسند کرتے تھے۔

قابل ذکر عادت کریمہ

حضرت کی عادت تھی کہ کہیں پروگرام میں تشریف لے جاتے تو پہلے پروگرام ہوتا پھر کھانا، عموماً پروگرام کے بعد دس پانچ لوگ بیٹھ جاتے، دین و دنیا کی باتیں ہوتیں، بسا اوقات وہاں کھانا ختم ہو جاتا، حضرت مدرسہ تشریف لاتے، ساتھ میں کچھ اور لوگ بھی ہوتے، یہاں جو بھی میسر ہوتا کھا لیتے، اور قناعت فرماتے۔

خدمت خلق

حضرت یہاں کے حاجت مندوں کا درد سمجھتے تھے، ہر کسی کی ضرورت کا خیال رکھتے، کسی کو قرض کی ضرورت ہوتی اسے قرض دیتے، میرے اپنے علم کے مطابق آپ کی وفات کے بعد اگر جوڑا جائے تو آج بھی دو تین لاکھ روپئے حضرت کے قرض میں ڈوبے ہیں، مگر سب لوگ قرض لے کر کھا گئے، آج بھی دینے کو تیار نہیں۔

ممبئی میں حضرت کے معمولات

عید الاضحیٰ کی چھٹی میں جمداشاہی سے ممبئی جاتا، چھ سات دن رہتا، حضرت کی خانقاہ ہی میں قیام ہوتا تھا، ہم لوگ دیکھتے کہ حضرت روزانہ پابندی کے ساتھ نماز عصر پڑھتے، پھر چائے وغیرہ ہوتی، نماز مغرب کے بعد فاتحہ کی مجلس ہوتی، عشا کے بعد کھانا پھر فاتحہ اور حلقہ ذکر ہوتا، اس کے بعد ہم لوگ سو جاتے مگر حضرت مصلیٰ بچھا کر اوراد و وظائف میں مشغول ہو جاتے، کب سوتے پتہ ہی نہیں چلتا۔

حضرت کی سب سے بڑی خدمت

میری دانست کے مطابق حضرت نےپیرا کنک میں بہت ساری خدمات انجام دیں، مگر آپ کی سب سے بڑی خدمت یہ ہے کہ آپ کی آمد کے بعد علاقہ پکا سنی صحیح العقیدہ ہو گیا، پہلے یہاں کے لوگ بدمذہبوں سے بھی رشتہ وغیرہ کر لیتے تھے، مگر حضرت کی آمد کے بعد یہ سلسلہ بند ہو گیا، تصلب کا یہ حال تھا کہ اگر کوئی بدمذہب مسجد میں آجاتا تو پوری مسجد دھلواتے، تاکہ یہاں کی عوام کے دل میں ان سے نفرت پیدا ہو جائے اور لوگ ان سے راہ ورسم نہ رکھیں۔

دوسری بڑی اصلاحی خدمت آپ کی یہ ہے کہ یہاں پہلے بڑی جہالت تھی، شبِ براءت کے فاتحہ میں لوگ سورتی، تاڑی اور دیگر حرام وناجائز چیزوں پر بھی فاتحہ دلاتے تھے، مگر حضرت نے لوگوں کو سمجھایا بجھایا کہ یہ غلط ہے، فاتحہ میں حلال چیزیں ہی پیش کرو، اس طرح سے بہت ساری غلط رسموں کا خاتمہ ہوا، یہ حضرت کی عظیم خدمات کی ایک ہلکی سی جھلک ہے۔

ایک اور عظیم کارنامہ

حضرت جب یہاں تشریف لائے تو سب سے پہلے تعلیم پر توجہ دی، لوگ دینی علوم سے ناآشنا تھے، جہالت کا دور دورہ تھا، بچے، بوڑھے، جوان سب دینی امور سے نابلد تھے، حضرت نے جامعہ رضویہ شمس العلوم میں بچوں کی تعلیم کا انتظام فرمایا،

اب بزرگوں اور معمر لوگوں کی تعلیم کا مسئلہ تھا، اس کے لیے حضرت نے یہ راستہ نکالا کہ علاقے کے کئی گاؤں میں مسجدوں میں تعلیم بالغاں کے لیے درس گاہیں قائم کیں، آپ وہاں تشریف لے جاتے اور لوگوں کو دین کے عقائد و معمولات سے روشناس کراتے، خود یہاں پیرا کنک میں بھی حضرت نے اس کا اہتمام فرمایا، ہم نے بہت سارے بوڑھوں کو آپ سے قرآن کی تعلیم حاصل کرتے ہوئے دیکھا ہے، آج بھی اس حوالے سے پورا علاقہ حضرت کا احسان مند ہے۔

حضرت عالم باعمل تھے

حضرت عالم باعمل تھے، عموماً دیکھا جاتا ہے کہ ہمارے علما کے گروپ میں علم تو پایا جاتا ہے، مگر ہم خود اپنے علم پر عامل نہیں ہوتے ہیں، یہ افسوس ناک پہلو ہے، مگر ایک حضرت کی شخصیت ہے جن کے بارے میں میں کہہ سکتا ہوں کہ واقعی حضرت باعمل عالم تھے، آپ جو کہتے اس پر پہلے خود عمل کرتے، جو جانتے اس کے مطابق عمل کرتے، کبھی میں نے آپ کو شریعت کے خلاف عمل کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

جامعہ میں میری تقرری

جامعہ شمس العلوم میں، میں نے پرائمری تک کی تعلیم حاصل کی، اور کچھ حفظ کیا، پھر حضرت نے لیٹر لکھ کر مجھے حضرت مولانا کوثر خاں نعیمی علیہ الرحمہ کے مدرسہ جہاں گیر گنج بھیجا، وہاں حفظ مکمل کیا، اور کچھ ابتدائی کتابیں پڑھیں، پھر مولانا

نعیمی صاحب نے حضرت شیخ القرآن علامہ عبد اللہ خاں عزیزی جو اس وقت جامعہ علیمیہ جمداشاہی کے پرنسپل تھے، ان کے پاس خط لکھا، اور میرے داخلے کی سفارش کی ، خط لے کر میں جمداشاہی گیا، حضرت نے میرا داخلہ لے لیا، ۱۹۹۵ء تک میں نے وہاں فضیلت تک کی تعلیم حاصل کی۔

ادھر جب جامعہ رضویہ شمس العلوم گرانٹ پر آیا تو حضرت شریف العلما نے مجھ سے پوچھے بغیر، میرا نام ایڈڈ اساتذہ کی لسٹ میں ڈلوا دیا تھا۔

۱۹۹۶ء میں مدرسہ گرانٹ پر آیا، اتفاق سے اسی سال جمداشاہی میں میری دستار بندی ہوئی، شوال میں ۲۴؍ مارچ ۱۹۹۶ء کو حضرت سے ملاقات کے لیے آیا، حضرت نے پوچھا کہ کیا کرنا چاہتے ہو، میں نے عرض کیا، بس دین کا کام کرنا ہے، حضرت نے فرمایا، ٹھیک ہے، یہیں پر کام کرو، اس طرح یکم اپریل ۱۹۹۶ء سے میں نے یہاں کام کرنا شروع کر دیا، اور حضرت کی عنایت رہی کہ آج تک میں کام کر رہا ہوں۔

اساتذۂ جامعہ کا خیال

حضرت جامعہ کے اساتذہ کا حد درجہ خیال رکھتے تھے، ان کی ضرورتوں کا لحاظ فرماتے، ان کا رویہ حد درجہ مشفقانہ ہوا کرتا تھا، آمرانہ مزاج نہیں تھا، اساتذہ کی سہولت کا اتنا خیال تھا کہ اس دور میں جب کہ سائیکل موٹر سائیکل کے برابر تھی، حضرت نے چھ سات سائیکل خرید کر مدرسہ میں رکھ دیا تھا، تاکہ اساتذہ اسی سے مدرسہ کے کام سے آئیں جائیں، اور اپنی ضرورت کے مطابق سفر کریں۔

نماز عصر کے بعد تمام اساتذہ بیٹھتے تھے، حضرت سب کے لیے چائے ناشتہ منگاتے، سب کی ضیافت کرتے، جب نماز مغرب میں پندرہ بیس منٹ رہ جاتا تب مجلس برخاست ہوتی، اساتذہ کچھ دیر چہل قدمی کے لیے باہر نکل جاتے، پھر نماز مغرب ادا کرتے، آج یہاں جامعہ میں جو بھی اساتذہ ہیں، سب حضرت ہی کے رکھے ہوئے ہیں۔

طلبہ پر شفقت

حضرت طلبہ پر بھی بڑے مہربان تھے، ان کی ہر ضرورت کا خیال فرماتے تھے، رمضان المبارک کے موقع پر بیس طلبہ کو یہیں مدرسہ میں روک لیتے، ان کی افطاری کا انتظام گھر سے کرتے، ۲۵ر رمضان کو ہر طالب علم کے کپڑے کی ناپ کرواتے اور ہر کسی کے لیے نیا کپڑا اسلواتے، حضرت میرے لیے بھی نیا کپڑا بنواتے، تمام طلبہ کو ۱۰۰ر روپئے عیدی دیتے، عید کے دن آپ کا دریاے کرم جوش پر ہوتا، تمام طلبہ کو سوئیں کھلاتے، انھیں عیدی دیتے، آبادی کے لوگ بھی حضرت کے دولت خانہ پر سوئیں کھانے آتے، اس طرح لگتا ہی نہیں تھا کہ تعطیل کلاں ہوئی ہے، طلبہ کی چہل پہل رہتی، عوام کی آمد رہتی اور رونق برقرار رہتی۔

عید الاضحیٰ کے موقع پر بھی کچھ بچوں کو روک لیتے، طلبہ چرم قربانی جمع کرتے، حضرت ان کو بطور انعام سو، دو سو، تین سو عنایت فرماتے، سب کو قربانی کا گوشت کھلاتے، اس طرح طلبہ کو یہ احساس نہیں ہونے دیتے کہ وہ ماں باپ سے دور ہیں۔

حضرت پیر کامل تھے

عصر حاضر کے پیران عظام کے مقابلے میں حضرت کی شخصیت بہت اونچی تھی، یقیناً آپ مرشد کامل تھے، عالم باعمل تھے، متبع شریعت تھے، عامل سنت تھے، قانون شریعت میں ہم نے بہت پہلے پڑھا تھا کہ ایک پیر کامل کے لیے چند شرطیں ہیں ،آپ نے بھی پڑھا ہوگا، الحمدللہ! وہ ساری شرطیں حضرت کی ذات میں موجود تھیں، اس لحاظ سے وہ اس بات کے مستحق ہیں کہ انھیں شیخ برحق اور مرشد کامل کہا جائے۔

حضرت ہمارے استاذ بھی ہیں

حفظ کے طلبہ کو شرعی مسائل سے آگاہ کرنے کے لیے حضرت نے خود ہی انھیں قانون شریعت اور بہارِ شریعت کا درس دینا شروع کیا، جس کا انداز یہ ہوتا کہ حضرت بعد نماز فجر مسجد کے زینے پر بلیک بورڈ پر شرعی مسائل سوال و جواب کے انداز میں لکھ دیتے، پھر انھیں کو ازبر کراتے، اس طرح سے ہم لوگوں نے حضرت سے بہت سارے شرعی مسائل سیکھے۔

پڑھائی تو آٹھ بجے شروع ہوتی مگر ہم لوگوں کو حضرت فجر بعد ہی پڑھانا شروع کر دیتے، تاکہ حفظ کے اسباق میں خلل نہ پڑے، یہ حضرت کا ہم سب پر بہت بڑا احسان ہے، ورنہ حفاظ کرام عموماً شرعی مسائل سے ناواقف ہوتے ہیں، مگر الحمدللہ! ہم لوگ حفظ کے دوران ہی اکثر ضروری مسائل سے آشنا ہو گئے تھے۔

احترام علم وعلما

حضرت کی عادت کریمہ تھی کہ جب بھی یہاں کوئی عالم یا شیخ آتے، حضرت حد درجہ ان کی تکریم بجا لاتے، حیثیت کے مطابق ان کی عزت کرتے، اکثر ان کی ضیافت کا اہتمام اپنے گھر سے کرتے تھے، مدرسہ کے بھروسے نہیں رہتے تھے، اس وقت حضرت کی فیملی مختصر تھی، اس لیے حضرت آسانی سے علما کی مہمان نوازی کر لے جاتے تھے۔

یہاں چند علما اکثر آتے تھے، حضرت علامہ مفتی محمد قاسم براہیمی، آپ سال بھر میں دوبار ضرور آتے، مفتی منظر صاحب، مفتی نظام الدین صاحب مبارک پور وغیرہم۔

خطیب بے مثال

میں نے ۷۴ر سال کی عمر میں بہت سارے خطبا کی تقریریں سنی ہیں، مگر حضرت جیسی تقریر آج تک نہیں سنی ہے، آپ کا انداز بیان، زبان کی تاثیر، لہجہ کا اخلاص، شیرینی کلام، جذبۂ اصلاح یہ سب باتیں اب کسی خطیب میں دیکھنے کو نہیں ملتی ہیں، اس کی واحد وجہ یہ تھی کہ آپ کا علم بھی ٹھوس تھا اور علم پر عمل پیرا بھی تھے۔

پابندئ صلوٰۃ

میرے زمانۂ طالب علمی میں حضرت خود بھی پابندی سے نماز پڑھتے اور اساتذہ وطلبہ سے بھی نماز پڑھواتے، کسی کی نماز بلا عذر شرعی چھوٹ جاتی تو آپ اس کا

سخت محاسبہ فرماتے، ایک آدھ بار ہم لوگ حضرت سے مار بھی کھائے ہیں، اس معاملے میں حضرت بہت سخت تھے۔

حضرت فرماتے کہ مارنا کمال نہیں ہے اصل ہے اصلاح، اور معقول گرفت، کسی کو اس کے جرم کا احساس کرادو بس یہی کافی ہے، مارنے پیٹنے سے کسی کی اصلاح نہیں ہوتی، اپنے عمل سے، اپنے کردار سے اور اپنے حسن اخلاق سے لوگوں کی اصلاح کیا کرو۔

حضرت کی اعلیٰ فکر

آج بھی ہم لوگ سوچتے ہیں کہ اگر حضرت دس سال اور باحیات ہوتے تو جامعہ کا نقشہ ہی کچھ اور ہوتا، حضرت کی فکر بہت اعلیٰ تھی، آپ کی سوچ تھی کہ اس ادارہ کو آسمان کی بلندیوں تک لے جائیں، یہاں سادسہ تک تعلیم تھی مگر حضرت کی کوشش تھی، یہاں تحقیق تک تعلیم ہو، اسی فکر کے تحت آپ نے یہاں تعمیری کام بھی کروائے، اساتذہ کے لیے رہائش اور ان کی فیملی کے لیے اقامت گاہوں کی تعمیر کروائی، حضرت اس ادارے کو ایک دینی یونیورسٹی بنانا چاہتے تھے مگر

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

زمین کا چندہ

حضرت نے مدرسہ کے لیے چک بندی کے ٹائم لوگوں سے ایک ڈسمل، آدھا ڈسمل زمین کا چندہ کیا، اور یہاں جامعہ کے لیے ایک وسیع پلاٹ حاصل کرلیا، جس

میں آج جامعہ کا شاندار ہاسٹل تعمیر ہو کر تیار ہے، یہ سب ان کی جد و جہد کا نتیجہ ہے۔

حضرت نے اپنے لیے کم ادارہ کے لیے زیادہ کام کیا ہے، اگر چاہتے تو سب کچھ اپنے نام کر لیتے، مگر حضرت نے اپنے لیے، اپنی اولاد کے لیے کچھ بھی نہیں کیا، جو کیا بس مدرسہ کے لیے کیا، اس وقت حضرت کے ذریعہ لاکھوں کا چندہ آتا تھا، مگر سارا پیسہ حضرت مدرسہ میں لگاتے، اور اس کی تعمیر و ترقی پر خرچ کرتے۔

حضرت کے بڑے بھائی، خلیفۂ سرکار مفتی اعظم ہند، حضرت علامہ غلام غوث صاحب ہر سال دس ہزار چندہ دیتے، اور عید، بقرہ عید کے موقع پر تمام طلبہ کو سو سو روپئے عیدی دیتے تھے۔

حضرت شریف العلماے ۲۷ر رمضان کو پورے گاؤں کو افطاری کراتے، یہاں مدرسہ بھر جاتا، لوگ افطاری کرتے، حضرت کی دعائیں لیتے اور اپنے گھر جاتے۔

سچائی یہ ہے کہ اگر پیراکنک کی تاریخ سے حضور شریف العلما کو نکال دیا جائے تو یہاں کچھ بھی نہیں بچتا ہے، آج دنیا میں جو یہاں کا نام چلتا ہے یہ حضرت ہی کی بدولت ہے۔

حضرت نے یہاں سے کچھ دوری پر چار کٹھا زمین چندہ میں لیا تھا، آج بھی وہ مدرسہ کے نام سے ہے، ایک صاحب کھیتی کرتے ہیں۔

حضرت شاہ احمد نورانی اور شریف العلما

ان دونوں بزرگوں کے درمیان کافی گہرے روابط تھے، پاکستان میں حضرت

نے حضور قائد اہل سنت سے کافی فیض حاصل کیا، ان سے قیادت کا ہنر سیکھا۔

ایک بار جب حضرت قائد اہل سنت جمد اشاہی کے سالانہ جلسۂ دستار بندی کے موقع پر تشریف لائے، تو اس وقت میں نے حضرت شریف العلما کو اطلاع دی کہ حضرت آپ جس شخصیت کا ذکر کرتے رہتے ہیں وہ جمد اشاہی فلاں تاریخ کو تشریف لانے والے ہیں، حضرت نے فوراً جمد اشاہی کا سفر شروع کیا اور وہاں پہنچ گئے، ایک رقعہ لکھ کر حضور قائد اہل سنت کو اطلاع دی، حضرت شریف العلما کا رقعہ پہنچتے ہی قائد اہل سنت نے فوراً انھیں اپنے حجرے میں بلایا اور فرمایا آپ یہاں کیسے؟ حضرت نے عرض کیا بس آپ کی محبت میں حاضر ہو گیا، تقریبًا دو گھنٹے تک دونوں میں باتیں ہوتی رہیں، کمرہ بند تھا، خدا جانے کیا باتیں ہوئیں۔

ادھر جمد اشاہی والے پریشان کہ اتنا ٹائم کیوں لگ رہا ہے، انھیں بعد میں پتہ چلا کہ دونوں بزرگوں میں بہت پرانا ربط ضبط ہے۔


حسبنا الله ونعم الوكيل

حضرت قاری

محمد آفتاب عالم نظامی

استاذ دار العلوم انجمن اسلامیہ

پڈرونہ، کشی نگر

جھلکیاں

حضرت کی شفقت

میں نے یہاں چند سالوں تک شعبۂ حفظ میں تعلیم حاصل کی ہے، جو میں نے دیکھا اور محسوس کیا اسے اگر چند لفظوں میں بیان کر دوں تو کافی ہو گا، حضرت کی ذات جامع الصفات، عالم باعمل اور شفیق باپ کی طرح تھی، آپ کی نظیر ملنی مشکل ہے۔

طلبہ سے آپ کی محبت مثالی تھی، صبح صبح نماز فجر کے لیے بیدار کرنے آتے تو ایسے جگاتے جیسے کوئی باپ اپنے بچے کو پیار سے جگاتا ہے، نہ کسی کو مارتے نہ ڈانٹتے، بس پیار بھرے لہجے میں نماز کی اہمیت سمجھاتے اور اٹھنے کو کہتے، ہم لوگ پہلے ہی سے انتظار میں رہتے کہ اب حضرت آنے والے ہیں، حضرت کی ایک آواز پر ہم سب طلبہ بیدار ہو جاتے، اور وضو کر کے مسجد پہنچتے، حضرت وقت پر اذان دیتے یا دلواتے، پھر جماعت سے کچھ پہلے تثویب ہوتی، حضرت ہی نماز پڑھاتے، پھر طویل دعا ہوتی، اس کے بعد حضرت سلام شروع فرماتے، سبحان اللہ! کیا انداز ہوتا، حضرت پڑھاتے پڑھاتے وجد میں آجاتے، اور آگے بڑھنے لگتے، پھر ہوش میں آجاتے، جھوم جھوم کر ایسے لہجہ میں سلام پڑھتے کہ محسوس ہوتا کہ گنبدِ خضریٰ ہمارے سامنے ہے اور ہم یہاں مسجد میں نہیں بلکہ اپنے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں کھڑے ہو کر سلام پیش کر رہے ہیں۔

میرے اوپر حضرت کی عنایت

میں حضرت سے بہت قریب تھا، میری فیروز بختی تھی کہ اکثر حضرت مجھے خدمت کا موقع عنایت فرماتے، گھر سے کھانا لانے کی ذمہ داری میری ہی تھی، دیگر خدمات بھی انجام دیتا۔

زبان کی لکنت دور ہو گئی

حضرت کی ایک کرامت جو میرے ساتھ ہوئی، اس کو بیان کردوں، میری زبان میں پہلے لکنت تھی، میں صحیح سے بول نہیں پاتا تھا، حضرت سے عرض کیا کہ حضور کچھ علاج فرمائیں، حضرت نے ایک وظیفہ بتایا کہ ایک کنکر لے کر زبان کے نیچے دبالو، پھر ۲۱/ مرتبہ آیت کریمہ "ربِّ اشرح لی صدری ویسر لی امری واحلل عقدۃ من لسانی یفقھوا قولی" پڑھا لیا کرو، اس کے علاوہ حضرت نے میرا علاج بھی کیا، الحمد اللہ ان کی دعا اور دوا کے صدقے میں آپ کے سامنے بولنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

حضرت کی مقبولیت

حضرت واقعی میں ہمارے لیے ایک آئیڈیل اور رہروان حق کے لیے مشعل راہ تھے، ان کی ذات ستودہ صفات مجمع فضائل تھی، اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ مقبولیت عطا فرمائی تھی کہ شاید ہی یہاں کی تاریخ میں کسی کو نصیب ہو، یہیں بغل کے محلے میں

پروگرام ہوتا، لوگ دس پانچ گاڑیاں لاکر شان و شوکت کے ساتھ نعرہ لگاتے ہوئے حضرت کو اپنے محلے میں لے جاتے، اور حضرت کی تقریر ہوتی، تقریر ایسی کرتے کہ ویسی تقریر اب تک نہیں سنی۔

شان خطابت

حضرت کی تقریر لاجواب تھی، انداز ایسا کہ دل میں اتر جائے، لہجہ ایسا کہ کانوں میں شہد گھل جائے، زبان ایسی کہ دل کی دنیا بدل جائے، بڑی تاثیر ہوتی تھی حضرت کے بیان میں، اس کی واحد وجہ یہ تھی کہ حضرت عند اللہ مقبول تھے، عالم باعمل ہونے کے ناتے اللہ نے آپ کی زبان میں تاثیر و تسخیر کی طاقت رکھ دی تھی، جو کہتے بس دل میں اترتا ''از دل خیزد بر دل ریزد'' کا سماں ہوتا۔

ایک راز کی بات

آج آپ کے سامنے ایک راز کی بات عیاں کر رہا ہوں، جب میں یہاں سے پڑھ کر جانے لگا تو حضرت نے مجھے ایک نصیحت کی تھی کہ بیٹا! نماز کی پابندی کرنا اور پاجامہ ہمیشہ ٹخنے کے اوپر پہننا، یہ وہ آخری نصیحت ہے جو حضرت نے مجھے کی تھی، اور آج تک میں نے اس پر ہمیشہ عمل کیا ہے مگر اس بات کو کسی سے بیان نہیں کیا ہے، آج آپ سے بیان کر رہا ہوں۔

میرے اوپر حضرت کی عنایت کا اندازہ اس سے لگائیں کہ جب بھی میں گھر جاتا حضرت پوچھتے کہ آفتاب کب تک گھر سے آئے گا، کچھ تاخیر ہوتی تو حضرت

پوچھتے کہ کیوں نہیں آیا، جب گھر سے واپس آجاتا تو فرماتے بیٹا سب ٹھیک تو ہے، گھر پر کوئی پریشانی تو نہیں؟ میں حضرت کو گھر کی خیریت بتاتا تب جاکر حضرت کو اطمینان ملتا۔

حضرت کئی بار مجھے پروگراموں میں بھی ساتھ لے گئے، وہاں بھی حضرت کی عنایتیں جاری رہتیں، ایک بار جب میں انجمن اسلامیہ پڈرونہ میں مدرس ہو گیا، تب میں نے حضرت سے اپنے مدرسہ میں آنے کی درخواست کی، حضرت نے شرف قبولیت بخشا اور ہمارے ادارے میں تشریف لائے، اور اپنی چھاپ چھوڑ گئے، آج بھی جو لوگ حضرت کی تقریر سنے تھے، ان کو یاد کرتے ہیں۔

طلبہ کا مالی تعاون فرماتے

حضرت طلبہ کی ہر ضرورت کا خیال رکھتے، ان کی شان تو بہت بلند تھی، مگر ایک مشفق باپ کی طرح طلبہ کو اپنی اولاد سمجھتے، ہمارے ہم عصروں میں ایک طالب علم تھے حضرت قاری حفیظ اللہ صاحب، گھریلو اعتبار سے کافی پریشان حال تھے، مگر حضور شریف العلما کی شان عطا ملاحظہ ہو کہ آپ ان کا بھی خیال رکھتے اور ان کے اہل خانہ کا بھی مالی تعاون فرماتے، اسی طرح بہت سارے نادار طلبہ تھے جن کی خاموشی کے ساتھ حضرت امداد فرماتے مگر کسی کو بتاتے نہیں تھے۔

حضرت کی عادت کریمہ

ایک عادت حضرت کی جو مجھے بہت پسند آتی تھی وہ یہ کہ آپ نماز سے پہلے نماز کی تیاری فرماتے، اور اذان ہوتے ہی مسجد پہنچتے، جماعت سے پانچ منٹ قبل

تثویب ہوتی، پھر حضرت باجماعت نماز پڑھتے، میری دانست میں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ حضرت یہاں رہے ہوں اور آپ کی جماعت چھوٹی ہو، آپ پابند نماز ہی نہیں پابند جماعت بھی تھے، اسی لیے آپ کی ایک آواز پر ادارے کے اساتذہ وطلبہ نماز کے لیے مسجد میں پہنچ جاتے اور وہ بھی باجماعت نماز پڑھتے۔

حضرت کی ذہانت

حضرت کے اندر اللہ نے بلا کی ذہانت رکھی تھی، برسوں کی بات یاد رکھتے تھے، ایک ایک طالب علم کا پورا ریکارڈ محفوظ رکھتے، اگر کسی طالب علم نے سالوں پہلے کسی بہانے سے چھٹی لی ہوتی، پھر اسی عذر سے چھٹی مانگتا تو حضرت فوراً اسے تنبیہ کرتے کہ یہی بہانہ بنا کر تم فلاں وقت چھٹی لے چکے ہو، پھر چھٹی مانگ رہے ہو، یہ تھی حضرت کی ذہانت۔

طلبہ سے محبت

حضرت طلبہ سے بڑی محبت فرماتے، بچے بھی حضرت کے فدائی تھے، نماز عصر بعد جب حضرت کی مجلس لگتی، جو بھی بچے ان کے سامنے سے گزرتے، انھیں بلا کر پیسہ دیتے اور فرماتے جاؤ یہ کھالو وہ کھالو، اس طرح ہر طالب علم کو عزیز رکھتے۔

حضرت طلبہ کی نگرانی بھی فرماتے، یوں تو سارے اساتذہ ہم سب کی نگرانی فرماتے، مگر روزانہ حضرت رات میں ایک بار بالالتزام پورے مدرسہ کا چکر لگاتے، اور دیکھتے کہ طلبہ پڑھ رہے ہیں کہ نہیں، اگر کوئی غفلت برتتا تو اسے تنہائی میں بلاکر سمجھاتے، کبھی سب کے سامنے ذلیل نہیں کرتے، یہ ان کی شفقت ہی تو تھی کہ طلبہ کی

عزت نفس کا خیال رکھتے، کسی کی اصلاح کا انداز یہی ہوتا کہ اسے اکیلے میں بیٹھا کر اس کی اصلاح فرماتے، اور جس کی اصلاح فرمادیتے، وہ سدھر جاتا۔

درد دل کا علاج

ایک حیرت انگیز بات بتاؤں، جب بھی حضرت کے سینے میں درد ہوتا تو آپ فرماتے نعت پڑھو، قاری علاؤ الدین صاحب جو قاضی پور کے رہنے والے ہیں، بڑے خوش الحان تھے، ان سے حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کی یہ نعت پڑھواتے:

بہر دیدار مشتاق ہے ہر نظر، دونوں عالم کے سرکار آجائیے
چاندنی رات ہے اور پچھلا پہر، دونوں عالم کے سرکار آجائیے

جب اس مصرعے پر پہنچتے تو آپ کی حالت غیر ہو جاتی:

شام غربت ہے اور شہر خاموش ہے ایک ارشدؔ اکیلا کفن پوش ہے
خوف کی ہے گھڑی، وقت ہے پُر خطر دونوں عالم کے سرکار آجائیے

حضرت نعت سنتے جاتے اور اضطراب دور ہوتا جاتا، مجھ سے بھی نعت پڑھواتے، قاری حفیظ اللہ صاحب سے بھی نعت سنتے، اس طرح حضرت کے سینے کا درد کافور ہو جاتا۔

صبح شبِ ولادت

بارہ ربیع النور کی شب پاک آتی تو حضرت عشق رسالت میں ڈوب جاتے، عجیب کیفیت طاری ہو جاتی تھی، حضرت کا معمول تھا کہ رات تین ہی بجے سے سب کو

بیدار کرنا شروع کر دیتے، مدرسہ کے اساتذہ، طلبہ، گاؤں کے افراد سب نہا دھل کر حضرت کے گھر پہنچتے، میلاد شریف کا پروگرام چلتا، جب ولادت کی گھڑی آتی تو والہانہ انداز میں کھڑے ہوکر سلام پیش فرماتے، پھر نماز فجر کے بعد لنگر جاری ہوتا، سب کو بہتر سے بہتر کھانا کھلاتے۔

اسی شب میں حضرت بچوں سے حلقۂ ذکر بھی کرواتے سب ذکر الٰہی کی لذت سے سرشار ہوجاتے۔

حضرت خود بھی بعد نماز فجر دیر تک اوراد و وظائف میں مشغول رہتے، بہت دیر بعد مصلیٰ سے اٹھتے پھر حجرے سے باہر تشریف لاتے۔

طلبہ کو نصیحت

حضرت طلبہ کو جمع فرماتے اور انھیں نصیحت فرماتے کہ میرے عزیز بچو! آپ سب مہمانان رسول ہو، آپ سب میرے بہت عزیز ہو، مگر یاد رکھنا کہ جس مقصد کے لیے یہاں آئے ہو اسے مت بھولنا، ماں باپ، گھربار، عزیز و اقارب سب کو چھوڑ کر آپ یہاں صرف حصول علم کے لیے آئے ہو، اسی مقصد میں لگے رہنا، جو پڑھنا اس پر عمل بھی کرنا، نماز روزے کی پابندی کرنا، اساتذہ کا ادب کرنا، برکت تمھارے بڑوں کے ساتھ ہوتی ہے، فضول گھومنے پھرنے میں وقت ضائع نہ کرنا، عالم باعمل بننا۔

حضرت ہر طالب علم پر نگاہ رکھتے، جس کو جس طرح کی نصیحت کی ضرورت ہوتی اسے اسی طرح کی نصیحت فرماتے۔

طلبہ کی عقیدت

یہاں کے طلبہ حضرت سے بڑی محبت فرماتے تھے، ہر وقت آپ کے حکم کے منتظر رہتے، اکثر جب آپ نماز کی تیاری کرتے، بچے آگے بڑھ کر وضو کا پانی لاکر رکھ دیتے، کبھی حضرت کو کسی طالب علم سے کہنا نہیں پڑتا، طلبہ خود آگے بڑھ کر آپ کی خدمت کی کوشش کرتے۔

حضرت کی امتیازی شان

حضرت کی امتیازی شان یہ تھی کہ آپ ہمیشہ عشق رسالت میں ڈوبے رہتے، محبت رسالت ہی کا نتیجہ تھا کہ ان کی ہر ہر ادا سنت رسول کے سانچے میں ڈھلی رہتی، کوئی قدم خلاف سنت نہیں اٹھتا۔

اس کی جھلک آپ ان کے مریدین میں بھی محسوس کر سکتے ہیں، میں نے بہت سارے پیروں کے مریدین کو دیکھا ہے، مگر حضرت نے اپنے مریدین کی جو تربیت فرمائی ہے وہ بے نظیر ہے، ان مریدین کے اندر آپ دیکھیں گے، کہ وہ بھی سچے عاشق رسول، متبع سنت اور مشرع ہیں، سب کرتے پاجامے اور داڑھی والے ہیں، یہ حضرت اور حضرت کے مریدین کی امتیازی شان ہے۔

قوم کا درد

بابری مسجد کا معاملہ جب چل رہا تھا، اور بے جے پی کے ایک بڑے نیتا نے جب رتھ یاترا نکالی تو اس وقت اس علاقے میں بڑا انتشار ہو گیا تھا، چوں کہ یہ مسلم

اکثریتی علاقہ تھا، اور ادھر ہی سے رتھ یاترا نکلنے والی تھی، اسی لیے علاقے کے مسلمان بڑے بے چین تھے، لوگ محلہ محلہ جمع ہونا شروع ہو گئے، قریب تھا کہ یہاں فرقہ وارانہ فساد ہو جائے، مگر اس وقت حضرت کی حکمت عملی اور ان کے تدبر سے معاملہ شانت ہو گیا، حضرت نے محلہ محلہ اور گھر گھر جاکر لوگوں کو سمجھایا بجھایا، ان کو حالات کی نزاکت کا احساس دلایا، اور امن و شانتی بنائے رکھنے کی اپیل کی، اللہ کا فضل کہ سب نے اپنے قائد کے سامنے سرِ تسلیم خم کیا، اور اس طرح ایک بہت بڑا فساد ہوتے ہوتے رہ گیا، یہ حضرت کی وہ عظیم خدمت ہے جسے یہاں کی تاریخ میں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

انداز خطابت

حضرت اس آبادی ہی کے نہیں قرب وجوار کے سب سے مقبول مقرر تھے، آپ کے دور میں صرف آپ ہی کا سکہ چلتا تھا، ربیع النور کے موقع پر ہر ہر محلہ میں تقریر ہوتی، مگر آپ کی خطابت کا کمال یہ تھا کہ ہر محلہ میں الگ الگ تقریر ہوتی، ایسا نہیں تھا کہ ایک ہی تقریر سے کام چلاتے، اس کے لیے باضابطہ آپ مطالعہ فرماتے اور تیاری کر کے تقریر کرتے۔

جامعہ سے محبت

حضرت کے رگ رگ میں جامعہ کی محبت رچی بسی تھی، آپ کی سوچ تھی کہ کس طرح جامعہ کو بام عروج تک پہنچایا جائے، بار بار جامعہ اشرفیہ کا ذکر فرماتے، آپ کا

خواب تھا کہ دوسرا جامعہ اشرفیہ پیرا کنک میں بن جائے، مگر یہ خواب ادھورا ہی رہا۔

حضرت کے مریدین و معتقدین اور بڑے بڑے سیٹھ صاحبان یہاں آتے تو اپنے لیے حضرت کسی سے کچھ نہیں کہتے، ہاں سب سے جامعہ کے تعاون کی درخواست کرتے، گویا ان کے تعلقات بھی لوگوں سے اسی لیے ہوتے کہ جامعہ ترقی کرے، اور یہاں علم و فضل کا ایک شہر آباد ہو جائے۔

حضرت کی نماز جنازہ

الحمدللہ! مجھے یہ شرف حاصل ہوا کہ حضرت کی نماز جنازہ میں حاضر ہوا، یہاں لوگوں کا جم غفیر تھا، یہ پوری جامعہ کی فیلڈ، سڑک اور پوری آبادی حضرت کے چاہنے والوں سے بھری ہوئی تھی، دور دراز سے لوگ حضرت کا آخری دیدار کرنے پہونچے تھے، نماز جنازہ میں ہجوم کی کثرت، اللہ کے یہاں آپ کی مقبولیت کی دلیل ہے۔

علاقے کے علما سے حضرت کا تعلق

علاقے کے علما سے حضرت کے بہترین روابط تھے، سب کو دعوت دے کر بلاتے، علاقے کی فلاح و بہبود کے لیے ان سے مشاورت کرتے، میں نے آج تک علاقے کے کسی عالم کو حضرت کی برائی کرتے ہوئے نہیں سنا ہے، حالات سے مجبور ہو کر اگر کوئی تعریف نہیں کرتا ہے تو برائی بھی نہیں کرتا ہے۔

ڈاکٹر شفیق احمد ولد ولی جان

بوداٹولہ، پپراکنک، کشی نگر

مقیم حال تمکوہی راج، کشی نگر

جھلکیاں

- حضرت کی عظیم خدمت
- اصلاحی خدمات
- خدمت خلق
- انداز اصلاح
- آپ کی ایک اچھی عادت
- حضرت کی محبت
- مجھے بہت کچھ ملا
- حضرت کی تقریر کی تاثیر
- گاؤں علاقے میں حضرت کی عزت
- غیر مسلموں کے ساتھ برتاؤ
- حضرت یہاں کے جج تھے
- عصری تعلیم کے تعلق سے حضرت کا نظریہ
- حضرت کی مقبولیت
- حضرت کا خواب

حضرت کی عظیم خدمت

سب سے پہلے تو میں یہ بتادوں کہ میں نے حضرت کو بچپن ہی سے دیکھا ہے، میں نے حضرت کی صبح و شام دیکھی ہے، ان کا اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، سب دیکھا ہے، واقعی میں آپ عالم باعمل اور شریعت و سنت پر پابند عالم دین تھے۔

یوں تو حضرت کی بہت ساری خدمات ہیں، مگر آپ کی سب سے عظیم خدمت جو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے وہ یہ ہے کہ جب آپ حصول علم کے بعد یہاں پیپرا کنک تشریف لائے، اس وقت یہ جامعہ کھپریل کی شکل میں تھا، یہاں پڑھانے کے لیے کوئی قاعدے کا مدرس بھی نہیں تھا، یہاں تعلیم و تعلم کا بہت زیادہ رواج نہیں تھا، ایک حاجی ابراہیم صاحب علیہ الرحمہ تھے، انھوں نے ہی یہاں مکتب قائم فرمایا تھا، جب حضرت یہاں تشریف لائے تو حاجی صاحب نے یہ مکتب حضرت کے حوالے کردیا، اس کے بعد مدرسہ کی تعمیر و ترقی کا دور شروع ہوا، اور ادارہ اس منزل تک پہنچا۔

اصلاحی خدمات

پیپرا کنک میں جب حضرت تشریف لائے تو اس وقت یہاں بڑی جہالت تھی، غلط رسوم و رواج پھیلے تھے، لوگوں کے اندر حلال و حرام کی تمیز نہیں تھی، مگر حضرت کی آمد کے بعد یہاں کا ماحول بدلا، یوں کہہ لیں کہ یہاں کی کایا پلٹ ہو گئی،

لوگوں کے اندر دینی شعور پیدا ہوا، اللہ ورسول سے قریب ہوئے، نماز، روزہ کے پابند بنے، حرام وحلال کے درمیان امتیاز ہوا، یہ سب حضرت کی اصلاحی خدمات ہیں۔

حضرت کا خواب تھا کہ اس مدرسہ کو یونیورسٹی بنانا ہے، مگر حضرت کا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہوسکا، جس کا ہم لوگوں کو دلی رنج ہے۔

خدمت خلق

حضرت کی ایک بڑی خوبی یہ تھی کہ حضرت لوگوں کی ضرورت بھانپ لیتے تھے، وہ یہیں کے رہنے والے تھے، یہاں کے حالات سے باخبر رہتے، پرسنل لوگوں کی مدد کرتے، مگر اس طرح سے کہ بغل والے کو بھی خبر نہیں ہوتی، لوگوں کے سکھ دکھ میں شریک رہتے، سماجی اعتبار سے پوری قوم سے جڑکر رہتے تھے۔

انداز اصلاح

حضرت کو کسی کی اصلاح کرنی ہوتی تو اس کا طریقہ یہ ہوتا کہ اس کو اپنے حجرے میں بلاتے، چائے ناشتہ کراتے، اس کی خیریت دریافت کرتے، بڑے پیار و محبت سے اسے سمجھاتے کہ دیکھو یہ کام برا ہے اسے چھوڑ دو، حضرت کسی کو ڈانٹتے مارتے نہیں تھے، بلکہ آسان لب ولہجہ، میٹھی زبان میں لوگوں کو سمجھاتے، تو لوگ آپ کی اصلاح قبول بھی کرتے تھے۔

آپ کی ایک اچھی عادت

آپ کی ایک عادت جو مجھے بہت پسند تھی، وہ یہ ہے کہ آپ جیسے ہی اپنے حجرے سے باہر نکلتے جو بھی سامنے آتا، اس سے سلام میں پہل کرتے، بڑا ہو، بوڑھا ہو، یا بچہ ہو، اس طرح وہ سنت رسول پر عمل کرتے تھے، حسن اخلاق کا اعلیٰ نمونہ پیش کرتے۔

یہیں ہم لوگ پریکٹس کرتے تھے، حضرت ہم لوگوں سے جب بھی ملتے سلام کرتے، نماز کی دعوت دیتے، اور ہمیشہ خیر کی باتیں کرتے۔

حضرت کی مثالی جدوجہد

یہیں بغل میں میری کلینک تھی، میرے پاس موٹر سائیکل تھی، ہم دو چار لوگ اکثر حضرت کے ساتھ علاقے کے پروگرام میں جاتے، اور حضرت کی تقریر سنتے، پھر دیر رات واپس آتے، حضرت پہلے ہی سے ہمیں بتادیتے کہ آج فلاں گاؤں چلنا ہے، عشا بعد یا مغرب کے بعد ہی ہم لوگ نکل جاتے، اصلاح معاشرہ کانفرنس سے پہلے ہم لوگ حضرت کے ساتھ گاؤں گاؤں جاکر پروگرام کئے ہیں، اور لوگوں سے تعاون اور شرکت کی اپیل کئے ہیں، اسی کا اثر تھا کہ اس تاریخی کانفرنس میں ہزاروں کا مجمع ہوا تھا، جسے یہاں کی تاریخ کبھی فراموش نہیں کرسکتی۔

حضرت کے اندر ذرا بھی احساس برتری نہیں تھا، چھوٹے چھوٹے مکتب و مسجد کے ائمہ سے حضرت رابطہ رکھتے، پہلے ہی سے امام صاحب کو اطلاع کردی جاتی

کہ آج آپ کے یہاں حضرت تشریف لائیں گے، امام صاحب پہلے ہی سے علاقے کے لوگوں کو یک جا کیے رہتے، اور پھر حضرت تشریف لے جاتے، ان کی اصلاح فرماتے اور دین کی دعوت دے کر انھیں کار خیر میں حصہ لینے کی ترغیب دیتے۔

غرضیکہ آپ نے یہاں ایک اچھا ماحول قائم کیا تھا، یہاں پر ایک دینی فضا بنائی تھی، جامعہ میں تقریبًا تین چار سو طلبہ رہ کر پڑھتے تھے، یہ اس علاقے کی کم نصیبی ہے کہ حضرت کو زیادہ حیات نہیں ملی، ورنہ آج یہاں کا رنگ ہی کچھ اور ہوتا۔

مجھے بہت کچھ ملا

حضرت کی صحبت کی برکت سے مجھے بہت کچھ ملا، الحمد للہ میں خوش حال ہو ں، کئی سال باہر رہا، آج ایک مسلمان کی زندگی گزار رہا ہوں، جہاں تک بن بڑتا ہے نماز روزہ کی پابندی کرتا ہوں، یہ سب حضرت کا فیض ہے۔

یہاں جب مدرسہ کے بغل میں میری کلینک تھی، نماز کا وقت ہوتا تو حضرت کے لاج لحاظ میں ہم لوگ نماز پڑھتے، مگر دھیرے دھیرے نماز کی محبت پیدا ہو گئی، اور نمازی ہو گئے۔

حضرت کی تقریر کی تاثیر

اس علاقے میں جب حضرت تشریف لائے تو آپ کے ٹکّر کا کوئی مقرر نہیں تھا، آپ کا انداز بیان اتنا نرالا تھا کہ بس باتیں دل میں اتر جاتیں۔

آپ کی تقریر میں خصوصی تاثیر تھی، جس کی وجہ یہ تھی کہ آپ اپنی باتوں پر پہلے خود عمل کرتے پھر عمل کی دعوت دیتے، آج کل کے اکثر مقررین کے اندر عمل نہیں ہوتا، اسی لیے ان کی تقریر تاثیر سے خالی ہوتی ہے۔

گاؤں علاقے میں حضرت کی عزت

اتنا بڑا گاؤں ہے، اور قرب وجوار کے علاقے ہیں، ہر گھر تک حضرت کی پہنچ تھی، سب کے سکھ دکھ میں شریک رہتے تھے، سب کی ضرورتوں کا خیال رکھتے تھے، اسی لیے علاقے کے لوگ آپ کی عزت بھی بہت کرتے تھے، احترام کا حال یہ تھا کہ اگر حضرت گاؤں میں نکل گئے تو لوگ کرسی، چارپائی چھوڑ کر کھڑے ہو جاتے، عورتیں راستہ چھوڑ دیتی تھیں، باپردہ ہو جاتیں، لوگ آپ کے سامنے بچھ جاتے تھے۔

حضرت امیر و غریب میں فرق نہیں کرتے تھے، سب کے گھر جاتے، سب سے مدرسہ کے تعاون کے لیے اپیل کرتے، آپ کبھی کسی بڑے امیر سے مرعوب نہیں ہوتے، اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت کو کسی سے کوئی حرص وطمع یا امید نہیں تھی، جو کچھ مانگتے بس اللہ کے لیے مانگتے، ہمیں لوگوں سے حضرت کبھی کبھار مدرسہ کے تعاون کے لیے کہتے، مثلا جلسہ ہونے والا ہوتا تو حضرت فرماتے کہ تم پوسٹر چھپوا دو، تم کھانے کا انتظام کر دو، تم ٹینٹ کا خرچ اٹھا لو، لوگ خندہ پیشانی کے ساتھ حضرت کی اپیل پوری بھی کرتے تھے۔

حضرت مدرسہ کے چندہ کے لیے گاؤں میں جاتے، دس منٹ کی تقریر

کرتے، لوگ چندہ لکھانا شروع کر دیتے، اگر کوئی سو روپئے دینے کا اہل ہوتا تو وہ ایک سو ایک دینے کی کوشش کرتا۔

غیر مسلموں کے ساتھ برتاؤ

حضرت نے اپنے زمانے میں یہاں کی عوام کو ایک لڑی میں پرو رکھا تھا، ہندو مسلم سب بھائی چارگی اور آپسی میل جول کے ساتھ رہتے تھے، جیسا کہ ہمارے مذہب میں حکم ہے اسی کے مطابق حضرت غیر مسلموں سے تعلقات رکھتے تھے، اور ایک قائد کی حیثیت سے ہمیشہ سب کو ساتھ لے کر چلتے۔

میں نے تو یہاں تک دیکھا ہے کہ حضرت کے یہاں غیر مسلم بڑی عقیدت سے آتے، اور دعا تعویذ کراتے، حضرت کی دعا لیتے، بڑے بڑے ہندو لیڈران جب الیکشن کا وقت آتا، یہاں جامعہ میں آتے اور حضرت سے جیت کی دعا کی درخواست کرتے، حضرت انھیں اپنی دعاؤں سے نوازتے، مگر دعا اسی کے حق میں کرتے جو مسلمانوں کے حق میں بہتر ہوتا، الحمدللہ ان کی دعا سے بہت سارے ایم پی، ایم ایل اے جیتے بھی، بعد میں آکر سب نے حضرت کو کچھ نذر و نیاز دینا چاہا، مگر حضرت نے منع فرمادیا، حضرت نے اگر کسی سے کچھ لیا تو بس جامعہ کے لیے لیا، اپنے لیے کچھ نہیں لیا۔

بارہا ایسا ہوا کہ حضرت غیر مسلموں کے یہاں ان کی دلجوئی کے لیے تشریف لے گئے، وہاں کچھ کھاپی بھی لیا، ایک بار کا واقعہ ہے کہ یہیں ایک شرما جی رہتے تھے، حضرت ان کے یہاں تشریف لے گئے، کچھ کھایا پیا، پھر نماز مغرب کا وقت ہو گیا،

بغل میں ایک مسلم جناب عابد بھائی کا گھر تھا، حضرت نے شرما جی سے فرمایا کہ میں بغل میں نماز پڑھ کر آتا ہوں، شرما جی نے کہا: نہیں مولانا صاحب ایسا کیسے ہو سکتا ہے، آپ ہمارے گھر آئے، ہم کو عزت دی، تو آپ اپنی عبادت کے لیے دوسرے کے گھر کیوں جائیں گے، آپ یہیں میرے گھر میں نماز پڑھیے، حضرت کرتے تو کیا کرتے، آخر شرما جی نے گھر کے اندر سے نئی چادر منگوائی، چادر بچھائی گئی، اور حضرت نے وہیں شرما جی کے گھر پر نماز پڑھی۔

یہ تھی حضرت کی عزت و کرامت، آج کے زمانہ میں ایسا ممکن نہیں، مگر یہ ہمارے حضرت کی عظمت شان تھی کہ یہاں کا بچہ بچہ آپ کی تعظیم و توقیر کرتا، خواہ مسلم ہو یا غیر مسلم۔

حضرت یہاں کے جج تھے

پیرا کنک میں حضرت کی حیثیت ایک فیصل اور جج کی تھی، یہاں گاؤں میں کوئی بھی مسئلہ ہوتا، نزاع ہوتا، گھریلو معاملات ہوتے، الحمد للہ تھانہ پولیس یا کورٹ کچہری تک جانے کی نوبت نہیں آتی تھی، حضرت کے یہاں معاملہ پیش ہوتا، یا حضرت خود ہی تشریف لے جاتے اور اپنی حکمت و تدبر سے معاملہ چٹکیوں میں سلجھا دیتے، جھگڑے ختم ہو جاتے، معاملات نپٹ جاتے، لوگ متحد ہو جاتے، آپس کے گلے شکوے ختم ہو جاتے، گویا آپ یہاں کے جج تھے جن کی بات ہر کوئی تسلیم کرتا۔

عصری تعلیم کے تعلق سے حضرت کا نظریہ

حضرت کا ایک مشن تھا کہ یہاں تعلیم عام ہو، یہاں سے جہالت کا خاتمہ ہو، بچے پڑھے لکھے نکلیں، خواہ علم دین ہو یا علم دنیا، دینی تعلیم کو ترجیح دیتے، مگر عصری تعلیم سے منع بھی نہیں کرتے، خود ہم لوگ جب مظفرپور پڑھنے گئے، تو عصری تعلیم ہی کے لیے گئے تھے، مگر حضرت نے مظفرپور میں مدرسہ تیغیہ انوار العلوم میں ہم لوگوں کی رہائش کے لیے وہاں خانقاہ تیغیہ کے ذمہ داران سے کہہ کر کمرہ دلوایا تھا، بہت کم کرایے پر ہماری رہائش کا انتظام کیا، اس طرح حضرت کی خصوصی عنایت سے ہم لوگوں نے ڈاکٹری پڑھی، اور آج انھیں کی دعا سے ہم لوگ خوش حال زندگی گزار رہے ہیں۔

حضرت کی مقبولیت

جیسا کہ پہلے ہی میں نے عرض کیا کہ یہاں کا بچہ بچہ حضرت کو دل وجان سے چاہتا تھا، آپ کی ذرا سی تکلیف سن کر لوگ بے چین ہو جاتے۔

ایک بار میں کلینک بند کر کے گھر پہنچا، اچانک شور ہوا کہ حضرت کی طبیعت زیادہ خراب ہوگئی، پورے گاؤں میں کہرام مچ گیا، مرد عورت، بوڑھے، بچے، جوان ہر کوئی حضرت کے گھر کی طرف دوڑ پڑا، یہاں مدرسہ کا صحن بھر گیا، لوگ بے چین تھے، ہر کوئی آپ کو ایک نظر دیکھنا چاہتا تھا، اللہ کا فضل رہا کہ حضرت ٹھیک ہوگئے، تب جاکر لوگ اپنے گھر واپس گئے۔

حضرت کا خواب

حضرت کا خواب تھا کہ ادارہ کو زیادہ سے زیادہ ترقی دے کر یہاں کے مدرسہ کو مثالی مدرسہ بنائیں، اسی لیے آپ بار بار اشرفیہ کا تذکرہ فرماتے، اور کہتے کہ ان شاء اللہ پیرا کنک میں دوسرا جامعہ اشرفیہ بناؤں گا، مگر وہی ہوتا ہے جو اللہ چاہتا ہے، حضرت کی حیات بہت مختصر تھی، اللہ کو پیارے ہو گئے، اور آپ کا یہ خواب پورا نہ ہو سکا۔


الله جل جلاله

حضرت مولانا

عبد المناف مصباحی

استاذ مصباح العلوم، راجب پپرا

یوپی

جھلکیاں

- عبقری شخصیت
- ولادت باسعادت
- تعلیم وتربیت
- ملی جدوجہد کا آغاز
- جامعہ رضویہ شمس العلوم کی تعمیر ترقی
- بیعت اور اجازت وخلافت
- آپ کے حلقہ بگوش
- صبرواستقلال کا کوہ ہمالہ
- رشدوہدایت
- قلمی خدمات
- وصالِ پرملال

عبقری شخصیت

باغبان لم یزل گلشن اسلام کی آبیاری کے لیے ایسی عبقری شخصیتوں کو جلوہ افروز فرماتا رہتا ہے جن پر ساری کائنات رشک کناں رہتی ہے۔ اور ان کی عطر بیز خوشبوؤں سے فضائے بسیط معطر رہتی ہے۔ اور ان کے دم قدم سے اسلام سر سبز و شاداب رہتا ہے۔ انھیں عبقری شخصیات میں مولانا محمد ایوب شریف القادری علیہ الرحمہ کی ذات ستودہ صفات بھی ہے۔

ولادت باسعادت

آپ ۱۳۷۳ھ / ۱۹۵۲ء کو ضلع کشی نگر کے ایک معروف قصبہ پپرا کنک میں پیدا ہوئے، آپ کے والد محبوب علی صدیقی کا عرفی نام محبوب میاں تھا جو کپڑوں کی تجارت کیا کرتے تھے۔

تعلیم و تربیت

آپ نے ابتدائی تعلیم گاؤں کے ایک خداشناس بزرگ حافظ رجب علی بوڈا ٹولہ پپرا کنک سے حاصل کی۔ پھر کچھ سال آپ مدرسہ شمسیہ تیغیہ بڑھریا، ضلع سیوان میں زیرِ تعلیم رہے۔ پھر اعلی تعلیم کے لیے علم و عرفان کی مشہور درس گاہ

دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف کارخ کیا، اور وہاں بحرالعلوم حضرت علامہ سید مفتی ا فضل حسین علیہ الرحمہ کے زیر عاطفت تعلیم حاصل کرتے رہے۔ پھر جب سید افضل حسین صاحب جامعہ غوثیہ رضویہ پاکستان کی خدمت کے لیے تشریف لے گئے تو آپ بھی ان کے ساتھ پاکستان چلے گئے اور وہیں علمی پیاس بجھاتے رہے، پھر آپ کے سر پر مقتدر علما کے مبارک ہاتھوں سے نیابت انبیا کا تاج زریں رکھا گیا۔ آپ کے اساتذہ میں حکیم الامت علامہ مفتی احمد یار خاں نعیمی، اور علامہ شاہ احمد نورانی علیہما الرحمۃ والرضوان خصوصی طور سے قابل ذکر ہیں۔

ملی جدو جہد کا آغاز

تعلیم و تربیت سے فراغت کے بعد آپ نے مختلف جگہ درس و تدریس کی خدمات انجام دینے کے بعد ضلع کشی نگر کے ایک پسماندہ علاقہ پپراکنک کا انتخاب کیا۔ یہاں آپ نے علم وفن اور دعوت وتبلیغ کی جو بیش بہا خدمات انجام دیں، اس کی تفصیل پیش کرنے سے پہلے مناسب خیال کرتا ہوں کہ موضع پپراکنک کی تعلیمی و مذہبی حالت کی سرگزشت سے قارئین کو روشناس کرادوں تاکہ اس علاقہ میں آپ کے دینی اور تحریکی کام کی اہمیت کا بخوبی اندازہ ہوجائے۔

پپراکنک یوپی کے ضلع کشی نگر گاؤں کا ایک چھوٹا سا علاقہ ہے۔ جو فاضل نگر قصبے سے متّصل ہے۔ وہاں کے بیشتر باشندے مسلمان ہیں۔ اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وفادار اور اولیاے کرام کے ثناخواں ہیں، مذہب اہل سنت و جماعت سے

تعلق رکھتے ہیں۔ اعلی حضرت کے شیدائی ہیں، مذہب وملت کی تبلیغی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے ہیں۔ جامعہ کے قیام سے قبل وہاں کے اکثر مسلمان تنگ دست اور مفلوک الحال تھے۔ ایک وقت کی روٹی کے بھی محتاج تھے۔ سب سے بڑا المیہ تو یہ تھا کہ وہاں علم کا کوئی گہوارہ نہ تھا، علمی پیاس بجھانے کے لیے لوگ دور دراز ممالک کا سفر کیا کرتے تھے۔ غریب ونادار لوگ اسلامی تعلیم سے ناآشنا تھے، صنعت و حرفت میں ان کا کوئی شمار نہ تھا۔ پیشہ وتجارت کے اصول سے نابلد تھے۔ غرض کہ ان کے پاس کوئی سرمایہ نہ تھا جس سے ان کی شناخت ہو سکے۔

مگر خالق کائنات نے اس سرزمین پر دو ایسی برگزیدہ شخصیتوں کو جلوہ افروز فرمایا جن کے اخلاق وکردار اسلام کے آئینہ دار تھے۔ ایک حاجی گوہر علی شاہ علیہ الرحمہ جنھوں نے تصلب فی الدین اور توکل علی اللہ کے باب میں جو گہر افشانیاں کی ہیں وہ قابل ستائش اور لائق تقلید ہیں۔ دوسرے حاجی ابراہیم علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ ہیں جن کو غازی زماں کے خطاب سے نوازا گیا تھا۔ آپ نے مسلمانوں کی تعلیمی پس ماندگی کو دور کرنے کا بیڑا اٹھایا تھا۔ چنانچہ آپ نے یہاں کے لوگوں کو اسلامی علوم سے ہم آہنگ کرنے کے لیے ایک مدرسے کی داغ بیل ڈالی، اور عصری علوم سے آراستہ کرنے کے لیے اسکول قائم کیا۔

بہر کیف! آپ علمی پیاس بجھا کر وطن مالوف تشریف لائے، اس وقت حاجی ابراہیم علیہ الرحمہ زندگی کے آخری لمحات طے کر رہے تھے۔ چنانچہ حاجی صاحب نے

آپ کو ۱۹۷۹ء میں جامع مسجد کی امامت وخطابت کی ذمہ داری پیر و مرشد سید شمس الدین غازی پوری سے اجازت سے دیتے ہوئے آپ کے سر پر اپنی نیابت کا تاج رکھا اور اپنے سوز نفس سے سینچے ہوئے گلشن کو شاداب کرنے کے لیے آپ کو مامور فرمایا اور ٹھیک اسی کے تین ماہ بعد حاجی صاحب کا انتقال ہوگیا۔

جامعہ رضویہ شمس العلوم کی تعمیر وترقی

مولانا محمد ایوب شریف القادری علیہ الرحمۃ والرضوان نو عمر تھے۔ مگر ایمان کامل نے انہیں شیر دل بنادیا تھا، چنانچہ آپ نے مدرسے کے عروج و ارتقا میں بے لوث قربانیاں پیش کیں، آپ کی جرات وبصالت نے اس سرزمین کو اسلامی تہذیب و تمدن کا مرکز بنادیا۔پیرا کنک کی سرزمین پر جامعہ رضویہ شمس العلوم عزت وسرفرازی کا علم بن کر نمودار ہوا، جامعہ نے ایک غیر معروف علاقے کو دینی اور علمی دنیا میں بڑی شہرت عطا کی، پیرا کنک کا ستارہ بلندی پر چمکنے لگا۔

علامہ ایوب شریف القادری نے اپنی پوری زندگی دینی خدمات کے لیے جدوجہد، مسلک اہل سنت کی ترویج واشاعت اور فاسد عقائد وافکار کے رد وابطال میں گزاری اور اسلام وسنیت کے فروغ کی خاطر علاقے میں ایسی بے لوث قربانیاں پیش کیں جنھیں کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا ہے۔ آپ نے جامعہ کی تعمیر وترقی میں اپنا خون جگر نچوڑا ہے، ۱۸ر سال میں آپ نے جامعہ کو جو عظمت و بلندی عطا کی ہے، قابل حیرت ہے، آج جامعہ کی تین فلک بوس عمارتیں آپ کی ہمت اور جواں مردی کا نغمہ

الاپ رہی ہیں۔ آپ کے حیات افروز کارناموں سے قیامت تک پیدا ہونے والے فرزندان اسلام کو جرات وبصالت، جذبہ جہاد وعزیمت کی روشنی ملتی رہے گی۔

بیعت اور اجازت وخلافت

مولانا محمد ایوب شریف القادری علیہ الرحمہ میکدۂ قادریہ شمسیہ تیغیہ کے بادہ خوار تھے، عشق رسول کے میخانہ سے ہمیشہ سرشار رہا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ نے غازی پور جاکر خانوادۂ رسالت کی ایک عظیم شخصیت شمس العلما سید شمس الدین شاہ علیہ الرحمہ کے قدم میمنت کو بوسہ دیا، سید صاحب نے آپ کو مرغ بسمل کی طرح تڑپتے دیکھ کر عشق و محبت کا شیریں جام پلایا۔ اور انھیں مرید کر کے اپنے سلسلے کی اجازت و خلافت بھی عطا فرمادی۔ آپ کو شہزادۂ اعلی حضرت مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مصطفیٰ رضا خاں اور حضرت صوفی شاہ نبی بخش بنگلہ دیش علیہم الرحمۃ والرضوان سے بھی اجازت وخلافت ملی تھی۔

مولانا ایوب شریف القادری صاحب رحمۃ اللہ علیہ ، اولیاے کرام اور بزرگان دین سے والہانہ محبت رکھتے تھے اور ہمیشہ ان کی یاد میں محفلیں منعقد کرتے، خصوصاً شیخ عبدالقادر جیلانی ،سلطان ہند خواجہ معین الدین چشتی اور اعلی حضرت امام احمد رضا خان قادری برکاتی علیہم الرحمہ کے اعراس کے موقع پر محفلیں سجاتے تھے۔ اور اولیاے کرام کے خصائل بیان کرتے، وہ منظر نہایت ہی ایمان افروز ہوتا تھا۔

آپ کے حلقہ بگوش

آپ کے حلقہ بگوشوں کی کیفیت قابل دید ہوتی تھی، ان پر وجد طاری ہوتا تھا اور ان کی زبانوں پر حق اللہ کی صدائیں بلند ہوتیں۔ اور پھر دیوانہ وار محفل میں مچلنے لگتے۔ پھر آپ ان کو سینے سے لگاتے اور شراب عشق و معرفت پلاکر ان کے مضطرب دلوں کو سکون وطمانیت سے ہم کنار فرماتے۔ دریں اثنا آپ کی آنکھوں سے اشک رواں ہوتے۔ آنسوؤں کے قطرات گرتے، ریش مبارک بھیگ جاتی اور ہچکیاں لیتے ہوئے دل نشیں لہجے میں نبی کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی وفادار امت کو خطاب کرتے:

''اے نبی کے وفادارو! عشق رسالت ہی ہمارا سرمایہ افتخار ہے۔ عشق ہی ہمارے بلائے بے درماں کا مداوا ہے، عشق ہی ہماری پہچان ہے، عشق ہی ہمارا ہتھیار ہے، عشق رسول ہی سے ہم نے عروج وارتقا کی منزلیں پائی ہیں۔ دشمنان اسلام پر فتح پائی ہے۔ آج اسلام مخالف طاقتیں اسی جوہر نایاب کو ختم کرنے کی کوشش کررہی ہیں۔ انھیں معلوم ہے کہ مسلمانوں کے اندر سے روح محمدی نکال دی جائے تو بآسانی انہیں شکست دے سکتے ہیں۔

یہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں کبھی
روح محمد اس کے بدن سے نکال دو''

صبر واستقلال کا کوہ ہمالہ

آپ کی پوری زندگی اسلام کے سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی، آپ صبر واستقلال

کے عظیم پیکر تھے۔ معاندین کے ستم اور حاسدین کے حسد کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ دشمنوں نے آپ کی راہ میں کانٹے بچھائے، آپ کی شان میں دروغ گوئی کی۔ آپ کی شخصیت کو داغ دار بنانے کی کوشش کی۔ آپ کی انقلاب آفریں تحریک مدرسے کی ترقی میں رخنہ ڈالا۔ مگر آپ نے صبر و تحمل کا دامن کبھی بھی نہیں چھوڑا بلکہ مخالفتوں کے ہجوم میں نہایت حکمت و بصیرت سے منزل کا تعین فرماتے اور پیش قدمی جاری رکھتے۔

اہل چمن نے جشن بہاراں کے نام پر
وہ داستاں سنائی کی دامن بھگو دیے

راقم الحروف نے آپ کو حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیا کے اس ارشاد مبارک پر عامل پایا:

”جو لوگ تمھاری راہ میں کانٹے بچھائیں، ممکن ہو تو تم ان کی راہ سے کانٹے ہٹاؤ، اگر تم نے انہیں جیسا جوابی عمل کیا، تو یہ دنیا کانٹوں سے بھر جائے گی۔“ (جادۂ منزل، ۳۴۳، المجمع الاسلامی مبارک پور اعظم گڑھ)

رشد و ہدایت

مولانا ایوب شریف القادری ایک عظیم داعی و صوفی بھی تھے، آپ نے طریقت و معرفت کی راہ میں بھی نمایاں کردار ادا کیا تھا۔ آپ نے راہ حق سے بھٹکے ہوئے ہزاروں افراد کو تصوف کے رشتے سے منسلک کیا اور تصوف کی حقیقی لذتوں سے روشناس فرمایا۔

آپ کے مریدوں میں ایسے افراد بھی ہیں، جو آپ کے دامن میں چھپنے سے پہلے انسانیت کے دشمن اور نفس کے غلام تھے، کبھی ان کے دلوں میں انسانیت کا درد نہیں ابھرتا تھا، کبھی ابھرتا بھی تو یاس وقنوطیت کے شکار ہو جاتے تھے۔ بارہا کہا کرتے تھے۔

"کیا اللہ ہمارے گناہوں کو معاف کر سکتا ہے، کیا ہماری مغفرت ہو سکتی ہے؟"

چنانچہ آپ نے اللہ عزوجل کی بے پایاں رحمتوں اور نعمتوں کو بیان فرمایا اور ان گنت گم گشتگانِ راہ کی بخشش کے واقعات سنائے تو وہ لوگ بھی بارگاہ الٰہی میں توبہ و استغفار کیے۔ اور جادہ حق پر گامزن ہو گئے، اسلام کے شیدائی بن گئے۔ انسانیت کا درد ان کے سینوں میں موجزن ہو گیا، عظمت اسلام پر مرمٹنا ان کی زندگی کا مطمح نظر بن گیا۔

آپ کے ایک مرید خاص مولوی منیر عالم صاحب (جوملسی دیوریا کے رہنے والے ہیں) کا بیان ہے کہ حضرت شیخ طریقت، ریاضت و مجاہدہ کے ذریعے مریدوں کے قلوب کا تصفیہ فرماتے، اور ایک سالک کے لیے جو ذکر و اذکار درکار ہوتے ہیں، انھیں نہایت دل نشیں لہجے میں بیان کرتے۔ اور ان کو عرفان کی منزل تک پہنچانے کی کوشش کرتے۔

آپ اولیاء اللہ سے توسل کی تعلیم فرماتے کہ یہ تقرب الی اللہ کے ذرائع ہیں،

حقیقی مغفرت اور بخشش فرمانے والا اس ذات وحدہ لاشریک کی ہے، جس نے ساری کائنات کی تخلیق فرمائی۔ جس کی خدائی ساری چیزوں میں نمایاں ہے اور پھر قرآن مقدس کی اس آیت کا ورد فرماتے:

قل رب اغفر وارحم انت خیر الراحمین ۔(القرآن)

قلمی خدمات

علامہ محمد ایوب شریف القادری دین اسلام کے ایک مخلص بے لوث اور جاں باز مبلغ تھے اور اغیار اسلام سے ہمیشہ برسرپیکار رہا کرتے تھے۔ چنانچہ جب آپ ۱۹۹۶ء میں حرمین شریفین کی زیارت کے لیے گئے، اسی اثنا میں تبلیغی جماعت ضلع پڈرونہ کے مسلمانوں کو اپنا ہم عقیدہ اور ہم خیال بنانے میں سرگرم عمل تھی۔ اسلامی عقائد وافکار کا خاموش قتل عام ہونے لگا۔ مسلمانوں کے دلوں سے اولیاے کرام کی عظمت کو ختم کیا جانے لگا۔ رحمتہ للعالمین پر صلوۃ وسلام کو شرک بتایا جانے لگا، غرض کہ گوناگوں ناپاک صدائیں تھیں جو مسلمانوں کے گردوپیش گونج رہی تھیں، چنانچہ جب آپ تین ماہ بعد تشریف لائے تو حالات کی نزاکت کے مدنظر ''تبلیغی جماعت کا حقیقی روپ'' نامی کتاب تالیف فرماکر مسلمانوں کے قلبی اور روحانی بے چینیوں کو دور کیا۔

موصوف نے اس کتاب میں عقائد علماے دیوبند پر سیر حاصل گفتگو فرمائی ہے، اور دیابنہ کی معتبر کتابوں کے حوالے سے ان کے کفری عقائد کو آشکار کیا ہے۔ اس کتاب کے مطالعے سے حق وباطل میں امتیاز بخوبی کیا جاسکتا ہے کہ تبلیغی جماعت،

اسلامی لبادہ اوڑھ کر مسلمانوں کے عقائد کو غارت کر رہی ہے، بلاشبہ اس جماعت نے انبیاے کرام اور بزرگان دین کی شان میں سخت نازیبا تنقیص کی ہے، جسے نبی کونین کی وفادار امت کبھی معاف نہیں کر سکتی ہے۔ اس کتاب میں موصوف نے تبلیغی جماعت کی فریب کاریوں پر ایسی کاری ضرب لگائی ہے جس کی تاب لانا تبلیغی جماعت کے لیے مشکل ہے۔ آپ نے آخر کتاب میں "تبلیغی جماعت کا آخری فریب" کا ایک عنوان قائم کیا ہے۔ جو نہایت بصیرت افروز اور معلومات افزا ہے۔ بس ایک اقتباس ذیل میں ملاحظہ ہو:

"تبلیغی جماعت کے لوگ جب ہر طرح تھک جاتے ہیں، کوئی حیلہ کوئی فریب کارگر نہیں ہوتا۔ تو حرمین شریفین کی عظمت کا چرچا کر کے سادہ لوح مسلمانوں کو اپنی سچائی و صداقت پر آخری دلیل دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ وہی مذہب حق و سچ ہوگا، وہی عقیدہ و طریقہ صحیح ہوگا جو حرمین شریفین کے خادمین اور ائمہ کا ہو۔ اور مسجد حرام اور مسجد نبوی دونوں کے امام و خادم نجدی وہابی ہیں۔ اگر یہ لوگ غلط ہوتے اور ان کا عقیدہ باطل ہوتا تو کعبہ و مدینہ میں اللہ تبارک وتعالی ان کو نہیں رکھتا۔" (تبلیغی جماعت کا حقیقی روپ ص:۶۱)

پھر موصوف ان کی ناپاک سازشوں کا پردہ فاش کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

" مسلمانو! جب تم سے ایسی بات کہی جائے تو کان کھول کر سن لو کہ ایسی

کوئی صراحت اسلام میں نہیں ہے کہ مکہ و مدینہ میں جو بھی حکمراں ہو، اور جن کو کبھی امامت مل جائے ، اسی کا مذہب و عقیدہ و طریقہ حق و سچ ہے۔ یہ بالکل غلط ہے، جھوٹ ہے، فریب ہے۔" (ص:۲۴)

پھر علامہ موصوف نے تبلیغی جماعت کی اس کذب بیانی پر سوالات قائم کیے ہیں جن کو خوف طوالت سے یہاں ذکر نہیں کیا جاتا ہے۔ تفصیل کے لیے قارئین اصل کتاب "تبلیغی جماعت کا حقیقی روپ" مطالعہ فرمائیں۔

وصال پر ملال

علم و ادب ، فکر و فن اور اسلام و سنیت کا بے لوث خادم و بطل جلیل مولانا ایوب شریف القادری رحمۃ اللہ علیہ، ۱۱/ جون ۲۰۰۵ ء مطابق ۳/ جمادی الاولی ۱۴۲۴ھ کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔انا للہ وانا الیہ راجعون- آپ کے جنازے کی نماز محقق مسائل جدیدہ حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی صاحب قبلہ مد ظلہ العالی، صدر شعبہ افتا وصدر المدرسین الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور ضلع اعظم گڑھ نے پڑھائی۔

اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا ہے کہ مولی ہم لوگوں کو اسلام و سنیت پر قائم و دائم رکھے اور مولانا نے جو مشن اپنے پیچھے چھوڑا ہے اسے ان کے صاحبزادۂ گرامی قدر کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)


أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمدا عبده ورسوله

حضرت مفتی

محمد قاسم براہیمی صاحب

سرپرست ادارۂ شرعیہ، پٹنہ بہار

جھلکیاں

- ✍ باقی ذات اللہ کی
- ✍ آغاز سخن
- ✍ عزت وہمت کے دھنی
- ✍ معمار ملت
- ✍ رشد وہدایت
- ✍ اولاد امجاد
- ✍ حیات وخدمات پر مفصل کتاب کی ضرورت

باقی ذات اللہ کی

ہائے کتنی صورتیں تھیں جو نگاہوں سے روپوش ہوگئیں، کیسے کیسے لوگ تھے جو داستان پارینہ بن گئے۔ کتنی حقیقتیں تھیں جو آج افسانہ ہیں اور کتنی سچائیاں تھیں جو آج تھے اور کہانیوں کا روپ دھارن کرچکی ہیں۔ اس کائنات ہست و بود کی نا پائیداری اور ناقابل دوستی ہونے کا اس سے بڑا ثبوت کیا ہوسکتا ہے کہ جو تھا وہ نہیں ہے اور جو ہے وہ نہیں رہے گا۔کل من علیھا فان و یبقی وجہ ربك ذوالجلال والاکرام-اللہ بس باقی ہے۔

آغاز سخن

عزیز باتمیز محمد سبطین رضا قادری ایوبی صاحب کا اصرار ہے کہ میں کچھ ان کے والد بزرگ وار کے احوال و اقوال لکھوں تاکہ ان سطروں کو تاریخ کے سینے میں محفوظ کردیا جائے، کچھ حالات و واقعات لکھوں تاکہ شخصیت اپنے محاسن و کمالات کے ساتھ اذہان وطبائع کے صحیفۂ یادداشت میں مرتسم ہوجائے اور آنے والی نسلیں بھی اس شخصیت سے متاثر ہوسکیں۔ اور ایک دن یہی انفعالی کیفیت صحیفۂ وجود پر نقش تازہ بن کر نمودار ہو۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ عزیز سراپا تمیز کی خواہش اپنی جگہ صدفی صد

درست اور اصرار من کل الوجوہ بجا وزیبا ہے مگر میں سوچتا ہوں کس طرح اس گل صد رنگ کے خوشبوؤں کو لفظوں میں سمیٹوں اور کس طرح اس پیکر محبوبی کو نرم و نازک اور لطیف تلمیحات و استعارات کا جامہ پہناؤں، عقل حیراں اور نوک قلم عاجز و ششدر رہے۔

عزم وہمت کے دھنی

فخرالاماثل، بدرالافاضل، نمونۂ اسلاف، پیکر علم عمل حضرت العلاّم محمد ایوب شریف القادری، بانی الجامعۃ الرضویہ شمس العلوم پپرا کنک ضلع دیوریا (موجودہ ضلع کشی نگر) ان اعالم علمائے عصر اور اعاظم فضلائے دہر میں سے تھے جن پر بجا طور پر مدتوں دنیائے علم وفضل ناز کرتی رہے گی۔

مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ انھیں

صحرا کو گلزار بنانا جیسے ان کا معمول ہو اور بنجر اور ریتیلی زمینوں پر عشق کے پھول کھلانا جیسے ان کا مشغلۂ روز و شب ہو، امت مسلمہ کی نئی پود علم ودانش سے بہرہ ور ہو، اور مسلمان بچے اور بچیاں تہذیب وشائستگی کا نمونہ اور عہد رفتہ کی عظمتوں اور رفعتوں کا آئینہ دار نظر آئیں، اس کے لیے کیا کیا جوکھم انہوں نے نہیں اٹھائے۔ اپنوں کے طنز، بیگانوں کے طعنے، ہر قدم پر ایک ابتلا، ہر موڑ پر ایک آزمائش اور وہ بھی ایسی کہ پتھر کا جگر بھی آب ہو جائے۔

مگر! واہ رے عزم وہمت کے دھنی اور واہ رے اس مرد مجاہد کے جنون شوق

کی صحرانوردی اور کوہ کنی کہ پہاڑوں سے بھی علم وفضل کے چشمے بہا کر چھوڑا اور سنگ خارا کے جگر پر بھی عشق و معرفت کا گلستان آباد کر کے دم لیا۔

آج ان کے فیضان علمی و روحانی کا کرشمہ کہیے کہ کتنے ہی گلابوں کے کھیت لہلہا رہے ہیں اور جابجا فکر و نظر کے کتنے ہی چمن زار تاباں نظر آتے ہیں۔

معمار ملت

جس نے ساری زندگی اپنی ولایت و محبوبیت کو سری رکھا اور راہ سلوک میں اپنے مقامات بلند کو نامحرموں کی نگاہ سے پوشیدہ رکھنے ہی میں عافیت سمجھی- میں نہیں چاہتا کہ اس کے چہرۂ پرانوار سے نقاب کشائی کر کے تماشہ گاہ خلق بنانے کے جرم کا مرتکب ہوں۔ پھر بھی۔

نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا

کائنات علم وفضل کے ماہ پاروں میں ان کا نور اور چمنستان زہد وتقوی کی بہاروں میں ان کا ظہور صاف جھلک رہا ہے۔ زمانہ انہیں آج اگر نباض فطرت کہتا ہے تو غلط نہیں کہتا اور دنیائے ارادت اگر انہیں معمار ملت اور قائد اہل سنت جیسے زریں القاب و خطابات سے یاد کرتی ہے تو قطعًا قطعًا اس میں کوئی مبالغہ نہیں، بلاشبہ وہ ان القاب و خطابات کے سچے وارث اور پکے حاملین میں سے تھے۔

رشد و ہدایت

فقر و مشیخت کے منصب سے آپ نے ہزارہا ہزار گم کردگاں راہ کو راہ ہدایت

دکھائی، منصب رشد وہدایت پر فائز کیا اور معاصی کے دلدل سے نکال کر عرفان و آگہی اور زہد وتقوی کی دنیا کا مسند نشین بنادیا۔ آپ سلسلہ قادریہ تیغیہ شمسیہ کی آن بان اور شان تھے ، مسلک اہل سنت و جماعت کے بہترین پاسبان اور مجدد دین وملت سرکار اعلی حضرت عظیم البرکت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے لائق و فائق فرزند روحانی اور ترجمان لاثانی تھے۔

ابر رحمت ان کے مرقد پر گہر باری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

اولاد امجاد

آپ کی صلبی اولادوں میں چار صاحبزادگان عزیزم محمد کونین رضا، عزیزم محمد ثقلین رضا، عزیزم حسنین رضا و عزیزم سبطین رضا اور چار صاحبزادیاں گل رعنا (مقیم، دہلی) محمدی خاتون (مقیم ممبئی)، نرگس خاتون، نازش خاتون ہیں۔ بفضلہ تعالی چاروں صاحبزادگان اپنے والد بزرگ وار علیہ الرحمۃ والرضوان کا عکس جمیل اور آپ کے مشن کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے شب وروز کوشاں اور سرگرم عمل ہیں۔ چاروں صاحبزادیاں آپ کی محبت و رحمت کا بہترین نمونہ، حسن عمل، پاکیزگی فکر اور تقوی وطہارت کی خوبیوں سے پیراستہ ہیں ۔سچ ہے: الولد سرٌّ لابیه. اولاد اپنے والدین کے افکار واعمال کا آئینہ دار ہوتی ہے۔

حیات وخدمات پر مفصل کتاب کی ضرورت

سچی بات تو یہ ہے کہ آپ کی سیرت وسوانح پر بالاستعیاب کام کرنے کی ضرورت ہے اور آپ کی ذات والاصفات سے ان کرنوں کو سمیٹ کر آنے والی نسلوں تک پہنچانے کے لیے کمر بستہ ہونے کی ضرورت ہے۔ جن کا حسن لافانی ہے اور جن کے اجالے ابدالآباد تک دلوں کو مستنیر کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ بلاشبہ یہ ایک طویل المدتی اور محنت طلب عمل ہے جس کے لیے آپ کے فرزندان گرامی سے پرامید ہوں کہ۔ان شاء المولی العزیز۔ اس جانب بھی وہ ضرور توجہ مبذول فرمائیں گے اور ایک نہ ایک دن یہ کام بھی پایہ تکمیل کو پہنچے گا---ان شاء اللہ المولی العزیز



حضرت مولانا

منظر حسن مصباحی

سابق استاذ: دار العلوم منظر اسلام

بریلی شریف، یوپی

جھلکیاں

- ✍ وارث انبیا
- ✍ حاجی ابراہیم صاحب کا آپ پر اعتماد
- ✍ اساتذہ کا انتخاب
- ✍ میرا مشاہدہ
- ✍ تصنیفی خدمات
- ✍ رشد وہدایت
- ✍ آپ کی خطابت

وارث انبیا

.ایسے سورج کسی مرکز پہ کہاں چمکیں گے
زندہ دل، زندہ صفت، زندہ نظر، زندہ دماغ

خالق کائنات کا ہم پر بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے ہماری ہدایت کے لیے یکے بعد دیگرے رسول اور نبی بھیجتا رہا اور ان کا سلسلہ ختم ہونے کے بعد رشد وہدایت کی ذمہ داری صحابہ، تابعین وتبع تابعین وائمہ مجتہدین انجام دیتے رہے۔ بعدہٗ یہ ذمہ داری علماے کرام پر آگئی جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ”علما وارث انبیا ہیں“۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ علماے کرام اپنی ذمہ داری بخوبی انجام دیتے ہیں اور ان کے ذریعے بے شمار بندگان خدا ہدایت پاتے ہیں۔

انہیں علماے کرام میں سے ایک شخصیت علامہ محمد ایوب شریف القادری علیہ الرحمہ کی ہے جنھوں نے پوری زندگی قوم وملت کی خدمت کے لیے وقف کردی۔ ان کے بارے میں یہ کہنا برمحل ہوگا کہ خدمت دین اور خدمت خلق کی بنا پر آج بھی وہ زندہ ہیں اور ان شاء اللہ تعالی کل بھی قبر میں زندہ رہیں گے۔ آپ کی خدمات بے شمار ہیں ان میں سے نمایاں خدمات مندرجہ ذیل ہیں۔

حاجی ابراہیم صاحب کا آپ پر اعتماد

نبیرۂ اعلی حضرت، حضور مفسر اعظم ہند علیہ الرحمہ کے ایک مرید حضرت حاجی ابراہیم علیہ الرحمہ بانی جامع مسجد پپرا کنک (ضلع کشی نگر) تھے۔ جامع مسجد پپرا کنک کی خطابت و امامت کی ذمہ داری کسی دوسرے کو سپرد کرنا چاہا، اس وقت بہت سے علمائے کرام آرزومند تھے کہ اے کاش اس خدمت کا موقع ہمیں مل جاتا لیکن حاجی صاحب علیہ الرحمہ کی نگاہ ولایت نے جس شخصیت کا انتخاب فرمایا وہ علامہ محمد ایوب شریف القادری علیہ الرحمہ کی ذات تھی ۔ خطابت و امامت کی ذمہ داری سنبھالنے کے بعد آپ نے ۱۹۸۰ء میں جامع مسجد کے جوار میں جامعہ رضویہ شمس العلوم کا سنگ بنیاد رکھا۔ آپ نے بڑی جدو جہد کے بعد اسے بام عروج پر پہنچایا، تعلیمی اور تعمیری ترقی میں بے حد اضافہ فرمایا، جامعہ کی فلک بوس عمارتیں آج بھی آپ کی عظمت کا خطبہ پڑھ رہی ہیں۔ ایک مکتب کو دارالعلوم میں تبدیل کر دینا یہ آپ ہی کی کاوشوں کا نتیجہ ہے جس کا اعتراف ہر ایک کو ہے۔ آج لوگ محو حیرت ہیں کہ علامہ موصوف نے اتنی قلیل مدت میں مدرسے کو اتنی ترقی کیسے دے دی؟۔ گورکھ پور علاقے میں شاید ہی کوئی ایسا مدرسہ ہوگا جو چند سالوں میں اس قدر ترقی کیا ہو۔ میرے ناقص خیال میں مذکورہ مدرسے کی ترقی کا سبب علامہ موصوف کا جذبۂ خلوص وللّٰہیت تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب مدرسہ گرانٹ پر آیا تو اساتذہ کی تقرری میں برادری اور علاقائی تعصب کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ایسے کردار کو پیش کیا کہ اگر آج بھی ان کے کردار کو عملی جامہ پہنایا جائے تو مدارس اسلامیہ کی ترقی یقینی ہو سکتی ہے۔

اساتذہ کا انتخاب

آپ ہمیشہ ماہر اساتذہ کی فکر میں لگے رہے اور اس میں آپ کامیاب بھی ہوئے۔ اساتذہ کے انتخاب میں آپ کا یہ اصول رہا کہ آپ نے نہ تو کسی کو رشوت کی بنا پر جگہ دی اور نہ ہی تعلقات کی بنا پر بلکہ صرف قابلیت کی بنا پر، یہ آپ کا ایسا طرز عمل ہے جسے فراموش نہیں کیا جا سکتا، آپ جب تک مدرسہ کے ناظم اعلیٰ رہے آپ کی کوشش رہی کہ مدرسے کا تعلیمی معیار اعلیٰ سے اعلیٰ رہے۔ آپ نے تعلیمی معیار کو اعلیٰ بنانے کے لیے طلبہ اور مدرسین کے لیے رہائش اور کھانے پینے کا معقول انتظام کر رکھا تھا۔ بچوں کی نگرانی کے لیے شفیق اساتذہ کرام کو ذمہ داری دے رکھی تھی۔ آپ طلبہ اور اساتذہ پر بہت ہی زیادہ شفقت فرماتے تھے۔

میرا مشاہدہ

راقم الحروف آپ کے مدرسے میں تقریباً آٹھ سال تک زیر تعلیم رہا، حفظ قرآن از ابتدا تا آخر پارہ، درس نظامی از اعدادیہ تا ثالثہ آپ ہی کے زیر سایہ رہ کر مکمل کیا، لیکن کبھی بھی آپ نے اساتذہ کی دل شکنی نہیں کی۔ اگر آپ کوئی کمی محسوس فرماتے تو تنہائی میں دور فرماتے تھے۔ لیکن افسوس صد افسوس! آج اراکین مدارس بعض مدرسوں میں مدرسین سے غلاموں جیسا سلوک کرتے ہیں۔ نتیجتاً مدرسے کی تعلیم کافی متاثر ہوتی رہتی ہے۔ مدرسہ چوں کہ اس تین پہیے کی گاڑی کی طرح ہے کہ اگر

اس میں سے کسی ایک میں بھی خرابی پیدا ہو جائے تو تنزلی یقینی ہو جاتی ہے، کسی بھی تعلیمی ادارے میں تین چیزوں کا اہم رول ہوتا ہے، اس میں سب سے بڑا رول کمیٹی کا ہوتا ہے، دوسرا مدرسین کا اور تیسرا طلبہ کا۔ جب تک کمیٹی مدرسین کے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں کرے گی تب تک مدرسین اچھے طریقے سے تعلیم نہیں دے سکتے، لہذا خدارا اراکین مدارس سے مودبانہ گزارش ہے کہ مدرسین کے ساتھ اچھا برتاؤ کریں ،نیز طلبہ کے لیے جہاں تک ہو سکے اچھی سہولیات فراہم کریں تاکہ تعلیمی معیار آگے بڑھ سکے۔

تصنیفی خدمات

علامہ موصوف نے قوم وملت کی خدمت تصنیف و تالیف کے ذریعے بھی کی ہے۔ آپ نے جب دیکھا کہ بدمذہب لوگ اپنی بدمذہبی لوگوں میں عام کرنے کی کوشش کررہے ہیں تو آپ نے عوام کو ان کی بد مذہبی سے بچانے کے لیے "تبلیغی جماعت کا حقیقی روپ" نامی فاضلانہ کتاب تصنیف فرمائی۔ یہ کتاب سمجھنے کے اعتبار سے نہایت ہی آسان اور کافی معلوماتی ہے، اس کتاب سے عوام بآسانی استفادہ کرسکتے ہیں لیکن میرے علم میں اب تک یہ کتاب ایک ہی بار شائع ہوئی ہے اگر اس کتاب کو دوبارہ شائع کیا جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ جو لوگ تذبذب کے شکار ہیں اس کتاب کے مطالعہ کے بعد راہ راست پر آسکتے ہیں۔ اللہ تعالی ان کے جانشینوں کو دوبارہ شائع کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

رشد وہدایت

آپ ہزاروں لوگوں کو شرف بیعت کے ذریعے راہ راست پر لائے ،جوان نام نہاد پیروں کے لیے درس عبرت ہے جو پیری مریدی کو مال و زر کی ذخیرہ اندوزی کے لیے اختیار کیے ہوئے ہیں۔نہ تو خود دین کے حامل ہیں اور نہ ہی مریدوں کو اس کی تاکید کرتے ہیں۔ حضرت کے مریدین کو دیکھ کر آپ کی تعلیم و تربیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔آپ کے مریدوں کی خصوصیت یہ ہے کہ آپ کا ہر مرید باشرع اور صوم وصلوۃ کا پابند ہوتا ہے ۔ آپ صرف شرف بیعت سے ہی نوازتے نہیں تھے بلکہ دین کی ضروری باتیں بھی سکھاتے اور دین اسلام پر مضبوطی سے قائم رہنے کی تلقین فرماتے اور روحانی فیض سے بھی نوازتے۔آپ کے مریدوں کی تعداد سب سے زیادہ مہاراشٹر اور ایم پی وغیرہ میں ہے۔

آپ کی خطابت

آپ نے تقریر کے ذریعے بھی دین کی کافی خدمات انجام دی ہیں۔آپ نہایت آسان اسلوب میں وعظ فرماتے،آپ کی تقریر عقائد اور مسائل پر مشتمل ہوتی، آپ مال وزر کے لیے پروگرام میں نہیں جاتے بلکہ آپ کا مقصد صرف قوم کی اصلاح ہوتا۔ہم نے آپ کے بارے میں کبھی نہیں سنا کہ آپ پروگرام کے لیے ہدیہ طے کرتے ہوں،آپ علاقائی اور صوبائی سطح پر جلسہ اور کانفرنس میں شرکت فرماتے،آپ

بدعقیدگی دور کرنے کے لیے اپنا پیسہ اور قیمتی وقت صرف فرماتے، آپ ہی کی خدمات کا نتیجہ ہے کہ کشی نگر میں بدمذہب لوگ اپنی بدمذہبی پھیلانے میں کامیاب نہ ہو سکے۔

اللہ تعالی آخرت میں انہیں جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کے صدقے میں ہم سب کو خدمت دین کی توفیق رفیق عطا فرمائے (آمین)

ابر رحمت ان کے مرقد پر گہرباری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے
فنا کے بعد بھی باقی ہے شان رہبری تیری
خدا کی رحمتیں ہوں اے امیر کارواں تجھ پر

حضرت مولانا

محمد خلیل اللہ قادری

الجامعۃ القادریہ جلٹولیہ لکڑی درگاہ

سیوان (بہار)

جھلکیاں

- ✍ ایک مومن کامل
- ✍ نمونۂ اسلاف
- ✍ تبلیغ دین
- ✍ حضرت کے مریدین
- ✍ شریف العلما کی زندہ کرامت
- ✍ عشق رسول

ایک مومن کامل

برصغیر ہند و پاک روے زمین کا وہ مردم خیز خطہ ہے جس کی گود میں پیدا ہونے والے عظیم دانشوروں کے افکار و خیالات نے شکستہ انسانیت کو ایک نئ زندگی بخشی، جو اپنی عمدہ قیادت اور آفاقی سیادت سے لوگوں کے قلوب واذہان کو جلا اور قوت ایمانی کو تازگی بخشتے رہے۔ انھیں دانشوروں اور نفوس قدسیہ میں پیر طریقت صوفی ملت، محبوب العلما، حضرت علامہ محمد ایوب شریف القادری علیہ الرحمہ کا اسم گرامی بھی سنہرے حرفوں سے لکھے جانے کے قابل ہے۔

نمونۂ اسلاف

ہم نے بزرگوں کی جو صفتیں، احوال، سادگی و فروتنی، اخلاق حسنہ، شریعت کی پاسداری نیز اس پر عمل کتابوں میں پڑھا ہے۔ عملی طور پر جب زمانے کی طرف نظر ڈالتے ہیں تو حضرت مولانا محمد ایوب شریف القادری کی زندگی ادائے معمولات، نمازوں کی پابندی، عشق رسول کے جذبہ سے سرشار، محبت رسول کی کیفیت سے معمور نظر آتی ہے۔

آپ کی شخصیت حرکت و عمل کی چلتی پھرتی تصویر اور اخلاق و وفا کی مجسم تصویر۔ صوم و صلوٰۃ کے سختی سے پابند، نہایت خلیق و ملنسار، مشائخ ملت اور اکابر اہل سنت کے نور نگاہ بھی تھے۔

تبلیغ دین

آپ سال کا اکثر حصہ تبلیغ و خدمت دین کے لیے سفر میں گزارتے، یعنی ممبئ کی سرزمین پر اپنے مریدین و متوسلین کے یہاں پہنچ کر انہیں شریعت مطہرہ پر سختی کے ساتھ عمل کرنے کی ترغیب و تاکید فرماتے۔ ایک بار مجھ کو بمبئ جانے کا اتفاق ہوا، پتا چلا کہ حضرت صوفئ ملت تشریف لائے ہیں، ملنے کی غرض سے ان کے قیام گاہ میں گیا، حضرت نے بے پناہ شفقت فرمایا اور بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ آج رات تم خانقاہ میں قیام کرو۔ میں کئ گھنٹوں تک رہا، حضرت کے مریدوں کا اخلاق ان کی شریعت کی پابندی دیکھ کر مجھ کو بے حد خوشی حاصل ہوئی۔

حضرت کے مریدین

حضرت کے مریدوں سے گفتگو کا موقع ملا۔ ان میں ایک مرید میرے سامنے آئے تو ان کے بارے میں مجھ سے لوگوں نے پوچھا کہ کیا آپ انھیں جانتے ہیں؟ میں نے کہا نہیں۔ بتایا گیا کہ یہ اپنے وقت کے بہت بڑے شرابی تھے لیکن حضرت کی نگاہ کرم نے شرابی سے نمازی بنادیا۔ اور کتنے ادھر ادھر بھٹکے ہوئے تھے۔ جن کو حضرت نے سنت رسول کا پابند بنادیا، سر پر ٹوپی اور چہرے پر داڑھی دیکھ کر کافی

خوشی حاصل ہوئی ۔ میں نے اپنی زبان حال سے کہہ دیا کہ عالم وہ ہے جس کے کردار و عمل سے دنیا فیض یاب ہو۔

شریف العلما کی زندہ کرامت

میں نے تو صوفیٔ ملت کو اس وقت دیکھا ہے جب غازیٔ زماں حضور حاجی محمد ابراہیم شاہ علیہ الرحمہ نے آپ کے تعلق سے منبر خطابت سے جمعہ کے روز یہ فرمایا کہ میں نے اس جامع مسجد کی امامت اور خطابت علامہ شریف القادری صاحب قبلہ کو سونپ دیا۔ علاقہ کشی نگر و گورکھ پور میں بہت سے قابل قدر علما تھے لیکن غازی زماں کی نگاہ بصیرت تو کسی ایسے مرد کامل کی تلاش میں تھی، جو اس کشتی کو ساحل تک پہنچا دے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ نے اپنے خون جگر سے جامعہ رضویہ شمس العلوم کو اس منزل تک پہنچادیا جہاں تک کسی کا گمان بھی نہ تھا۔ مجھ سے کئی بار متعدّد افراد نے پوچھا کہ کیا آپ نے علامہ شریف القادری کی کوئی کرامت دیکھی؟ تو میں نے بے ساختہ کہہ ڈالا کہ یہ جامعہ رضویہ حضرت کی کرامت ہے۔ جہاں سے ہر سال علما و حفاظ کرام کا ایک نورانی دستہ فارغ ہو کر ملک کے طول و عرض میں علم دین کا چراغ روشن کیے ہوئے ہے۔

عشق رسول

آپ سچے عاشق رسول تھے، جس کی واضح دلیل یہ ہے کہ ہم نے بارہا دیکھا۔ جب مدرسہ ہذا کا کوئی طالب علم سرکار اعلی حضرت کی لکھی ہوئی نعت پاک پڑھتا تو آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں ڈوب جاتے اور اتنا روتے اتنا روتے کہ آپ کی

داڑھی مبارک تر ہو جاتی اور یہ شعر پڑھتے اور خوب روتے۔

جان و دل ہوش و خرد سب تو مدینے پہنچے
تم نہیں چلتے رضا سارا تو سامان گیا
(حضرت رضا بریلوی)

عالی جناب

خورشید عالم ولد عبداللطیف

پپرا کنک، کشی نگر

جھلکیاں

- حضرت سے شناسائی
- جب میں مرید ہوا
- عوامی مقبولیت
- میری حالت بدل گئی
- وہ سب سے بہتر تھے
- حضرت مستان شاہ
- پیراکنک میں حضرت کی پہلی تقریر
- جب حضرت نے حج کیا
- حضرت کا تدبر

حضرت سے شناسائی

میں حضرت کی شخصیت سے پہلے بہت زیادہ واقف نہیں تھا، بس یہ تصور تھا کہ حضرت پیرا کنک کے عالم دین ہیں، چوں کہ حضرت اپنی زندگی کے آغاز ہی میں حصول علم کے لیے ہند و بیرون ہند کے بہت سارے مدارس وجامعات میں چلے گئے، جس کی وجہ سے آپ کے بارے میں غائبانہ تصور ذہن میں موجود تھا، مگر ۱۹۹۰ سے باضابطہ حضرت سے تعلق پیدا کیا، اور حضرت کی ذات نے مجھے ایسا متاثر کیا کہ میں حضرت کا شیدائی بن گیا، آپ سے بے حد قریب رہنے کا شرف بھی حاصل ہوا۔

جب میں مرید ہوا

پہلی بار جب میں ممبئ حضرت کی خانقاہ میں گیا، وہاں کا منظر ہی عجیب تھا، مجھے وہاں روحانیت کا مرکز نظر آیا، پیر بھائیوں کو دیکھا کہ وہ حضرت کے نام پر اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار رہتے ہیں، حضرت کے اشارۂ ابرو کے منتظر رہتے، اوراد و وظائف، دعا درود، عبادت و ریاضت اور مجاہدہ و مراقبہ میں حضرت کے مریدین ممتاز نظر آئے، وہیں سے حضرت کی ہستی سمجھ میں آئی، اور ایسا متاثر ہوا کہ اس کے بعد حضرت کو اپنے گھر پر دعوت دے کر بلایا، حضرت تشریف لائے اور میں اپنی اہلیہ کے ساتھ آپ سے مرید ہو گیا۔

عوامی مقبولیت

آج آپ جامعہ رضویہ شمس العلوم کو دیکھ رہے ہیں ، یہ حضرت کی زندہ کرامت ہے ، شروع میں یہ ایک کھپریل کے مکان میں چل رہا تھا، آج الحمد للہ ! بہت سارے ہاسٹل اور بلڈنگیں ہیں، میں شہادت دیتا ہوں کہ یہاں جو کچھ بھی ہے چاہے مدرسہ ہو یا مسجد یا گاؤں پیرا کنک ، ہر جگہ حضرت ہی کی محنت و کاوش کے آثار نظر آتے ہیں، سب کچھ انھیں کا کیا ہوا ہے۔

حضرت نے مدرسہ کو جو اتنی ترقی دی ، اس کی وجہ یہ ہے کہ حاجی ابراہیم صاحب علیہ الرحمہ کے بعد حضرت ہی یہاں کی علمیت و رحانیت کے سچے امین بنے، عوام کے دلوں میں اپنی محبت پیدا کی، ایسے کارنامے انجام دیے کہ عوام و خواص سب حضرت کے دیوانے ہو گئے، آپ کی ایک آواز پر لوگ دوڑتے چلے آتے، حتی کہ اگر حضرت بارہ بجے رات میں بھی گاؤں والوں کو بلاتے تو وہ بلا تردّد حاضر خدمت ہو جاتے۔

میری حالت بدل گئی

حضرت سے مرید ہونے کے بعد میری ذات میں بہت تبدیلی آگئی، دین داری کی طرف رغبت پیدا ہو گئی، ایمان داری اور دیانت داری فطرت کا حصہ بن گئی، عموماً میں ہوٹل ، بازار اور عوامی جگہوں سے دور رہنے کی کوشش کرتا ہوں، بس اپنے کام سے کام رہتا ہے، تنہائی میں اللہ کو یاد کرتا رہتا ہوں، حضرت نے جو شجرہ مجھے دیا تھا، پڑھتے پڑھتے وہ شجرہ مجھے یاد ہو گیا، آج بھی یاد ہے۔

وہ سب سے بہتر تھے

اپنے دور کے لوگوں میں میری نظر میں وہ سب سے بہتر انسان اور عالم دین تھے، اسی لیے میں حضرت سے مرید ہوا، جو خوبیاں حضرت کی ذات میں میں نے دیکھیں وہ کسی پیر کے اندر مجھے نظر نہیں آئیں، اسی لیے ان کے ہاتھوں میں اپنا دل دے بیٹھا، اس دور کے علما میں آپ کو ایک امتیازی شان حاصل تھی۔

حضرت مستان شاہ

تمکوہی راج میں ایک بزرگ گزرے ہیں، حضرت بابا مستان شاہ، آپ صاحب کشف و کرامت بزرگ رہے ہیں، ایک بار میں ان سے ملنے گیا، پوچھا کہ کس سے مرید ہو، میں نے حضرت کو پیر صاحب کا نام بتایا، حضرت بہت خوش ہوئے، اور کافی دیر تک حضرت کا ذکر جمیل فرماتے رہے۔

پپرا کنک میں حضرت کی پہلی تقریر

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ حضرت جب حصول علم کے بعد پپرا کنک تشریف لائے، اس وقت عوام آپ سے بہت زیادہ متعارف نہیں تھی، لوگ ایک عام مولوی ہی سمجھتے تھے، مگر میرے گھر پر حضرت کا پہلا خطاب ہوا، ماشاء اللہ، عوام و خواص سب مچل گئے، آپ کی تقریر کی گہرائی اور اسلوب خطابت سے لوگ بے حد متاثر ہوئے، میرے ابّا حضور نے بھی سنا اور بڑی تعریف کی، یہیں سے حضرت کی مقبولیت کا آغاز ہوا، اور پھر عام سے عام تر ہوتی گئی۔

حضرت کی تقریر کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ کم سے کم وقت میں مجمع کا دل جیت لیتے تھے، بہار میں ایک بار حضرت رئیس القلم علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ نے ایک عظیم الشان کانفرنس کروائی تھی، بہت بڑا جلسہ تھا، اس جلسے میں کثیر تعداد میں علما و مشائخ شریف محفل تھے، حضرت کو صرف پانچ منٹ کی تقریر کا موقع ملا تھا، اتنے مختصر وقت میں آپ نے ایسی تقریر فرمائی کہ مجمع عش عش کر اٹھا، آپ نے عوام و خواص سب پر اپنی چھاپ چھوڑ دی، سب نے بڑی شاباشی دی۔

محرم الحرام کے موقع پر یہاں حضرت دس دن تقریر فرماتے، آپ ایک گھنٹہ تقریر فرماتے، مرد و عورت، بوڑھے، بچے سب تقریر سنتے، بڑی تعداد میں لوگ شرکت کرتے۔

جب حضرت نے حج کیا

۱۹۸۳ء میں جب یہاں سے حضرت حج کے لیے گئے، پورا علاقہ امڈ آیا، ہار پھول سے حضرت کو لاد دیا گیا تھا، آپ پاس کے ہر محلے میں تشریف لے گئے تھے، سب نے اپنی حیثیت کے مطابق آپ کو نذرانہ پیش کیا تھا، اور پھر فاضل نگر تک لوگ بھیجنے گئے، لمبی قطار تھی لوگوں کی، سب نے بہت محبت و عقیدت سے آپ کو زیارت حرمین شریفین کے لیے رخصت کیا۔

حضرت کا تدبر

حضرت کو اللہ تعالیٰ نے ایسی دانائی اور حکمت و تدبر سے نوازا تھا جو کم ہی

لوگوں کو نصیب ہوتا ہے، جس وقت بابری مسجد کی شہادت کا سانحہ پیش آیا تھا، اس وقت یہاں کا ماحول گرم ہو گیا تھا، کافی تعداد میں لوگ اکٹھا ہو کر فساد کرنا چاہتے تھے، علاقے کا داروغہ حضرت کے پاس کئی بار فورس کے ساتھ آیا اور عرض کیا کہ حضرت ان سب کو سنبھالیں ورنہ یہاں خون خرابہ ہو جائے، بے قصوروں کی جان جائے گی، اور کتنوں کا مستقبل تباہ ہو جائے گا، اس وقت حضرت نے بڑے تدبر سے کام لیا، اور لوگوں کو بلا کر سمجھایا بجھایا، اللہ کا کرم کہ لوگ سمجھ گئے، اور بہت بڑا فساد ہونے سے رہ گیا۔


لا إله إلا الله محمد رسول الله

عالی جناب

مختار احمد ولد شیخ علی شیخ

پپرا کنک، کشی نگر

جھلکیاں

- حضرت سے تعلقات کا آغاز
- حضرت کا تقویٰ
- حضرت کا خواب پورا نہ ہوا
- حاجی ابراہیم صاحب کا انتخاب
- حضرت کی نصیحتیں
- حاسدین کے حسد کی وجہ
- صلہ رحمی
- شان و شوکت

حضرت سے تعلقات کا آغاز

حضرت جب بنگلہ دیش سے واپس انڈیا آئے تو سب سے پہلے حضرت کلکتہ میرے ہی پاس تشریف لائے، میں نے حضرت کو اپنے پاس ٹھہرایا، آپ کی خدمت کی، اس وقت وہاں حضرت کوئی جان پہچان نہیں تھی۔

حضرت سے میرے گھریلو تعلقات بھی ہیں، وہ رشتے میں میرے ماموں زاد بھائی بھی لگتے ہیں، اور سالے بھی، اس طرح حضرت سے ایک عالم ورہبر کے طور پر تعلق تھا ہی، رشتہ داری کی بنیاد پر بھی آپ سے ربط و تعلق رہا۔

حضرت اس کے بعد بھی کلکتہ برابر آتے رہے، جب بھی آتے مجھے ہی پکڑتے، میرے پاس قیام فرماتے، اور وہیں سے میں حضرت کو چندہ وغیرہ کے لیے لوگوں کے پاس لے جاتا، اس وقت جامعہ رضویہ شمس العلوم کے لیے آپ چندہ کرتے، میں ہی حضرت کے ساتھ ہوتا تھا۔

حضرت کی عنایت تھی کہ جب پیر اکنک میں ہوتے اور ہمارے محلے میں تشریف لے جاتے تو کسی اور کے یہاں نہیں بیٹھتے، ہمارے گھر پر ہی قیام کرتے، چائے، ناشتہ کھانا وغیرہ سب ہمارے گھر پر ہوتا۔ یہ حضرت کا کرم تھا، ورنہ حضرت کے چاہنے والے، اس وقت بہت تھے، کسی کے یہاں بھی رک سکتے تھے۔

حضرت کا تقویٰ

جب کبھی یہاں جامعہ میں میں آتا حضرت بڑا خیال فرماتے، چائے، ناشتہ کا انتظام فرماتے، میں جب بھی آتا حضرت فرماتے چائے لاؤ، میں عرض کرتا: حضرت ہم آپ کی چائے تو پئیں گے مگر اسی وقت جب آپ اپنے پیسے سے منگائیں گے، میں مدرسہ کے پیسے سے چائے نہیں پیوں گا، حضرت فرماتے کہ آپ پریشان نہ ہوں میں اپنے مہمانوں کو اپنے ہی پیسے سے چائے پلاتا ہوں، مدرسہ کا پیسہ حرام سمجھتا ہوں، اور یہ حقیقت بھی ہے کہ حضرت کے یہاں جو بھی آتا اس کے چائے ناشتہ، کھانا پانی کا انتظام حضرت خود اپنے ہی گھر سے کرواتے، کبھی مدرسہ کے مد سے نہیں کرتے، یہ حضرت کا تقویٰ اور ان کی سخاوت تھی۔

حضرت کا خواب پورا نہ ہوا

حضرت کو میں بہت قریب سے جانتا ہوں، بہت سارے اسرار و رموز تھے، جو میں ہی جانتا تھا، حضرت کے دور میں یہاں جامعہ میں عجیب رونق رہتی تھی، جید علمائے کرام اور مشائخ عظام تشریف لاتے تھے، ایک سے بڑھ کر ایک شخصیتیں تشریف لاتیں، حضرت کا خواب تھا کہ جامعہ کو یونیورسٹی بنائیں گے، اس کے لیے حضرت پوری کوشش بھی فرما رہے تھے، رات دن ایک کیے ہوئے تھے، مگر کچھ حاسدین آپ کے راستہ میں حائل ہو گئے، اور افسوس کہ آپ کا خواب پورا نہ ہو سکا۔

حاجی ابراہیم صاحب کا انتخاب

یہاں پر عظیم دینی خدمات انجام دینے والے مرد مجاہد حاجی ابراہم صاحب علیہ الرحمہ دین وسنیت کے سچے محافظ اور مسلک اعلیٰ حضرت کے عظیم ناشر تھے، آپ کے تصلب کا عالم یہ تھا کہ خود آپ کا لڑکا عالم تھا، مگر وہ گمراہ ہو گیا تھا، دیوبندیت اختیار کر لیا، اس لیے حاجی صاحب نے اسے اپنے گھر سے نکال دیا، اور فرمایا کہ جب تک میں پیرا کنک میں رہوں گا تم یہاں قدم نہ رکھنا، آپ نے اسے بھگا دیا، اور اپنے بیٹے کی جگہ پر حضرت مولانا محمد ایوب شریف القادری کا انتخاب کیا، ان کے سر پر پگڑی باندھ کر مسجد کے منبر سے ان کی امامت وقیادت کا اعلان فرمایا، اور پورا مدرسہ مسجد سب ان کے سپرد کر دیا۔

یہ واقعہ حاجی ابراہم صاحب کی دینی پختگی کو ظاہر کرتا ہے ساتھ ہی حضرت شریف العلما کی قابلیت اور لیاقت پر گواہی بھی دیتا ہے۔

حضرت کی نصیحتیں

محفل میلاد ہو یا مجلس وعظ ہر جگہ آپ سب سے زیادہ تاکید نماز کی کرتے تھے، فرماتے نماز کی پابندی کرو، نماز کسی حال میں معاف نہیں، نماز مومن کی معراج ہے، جو نمازی نہیں وہ پکّا مومن نہیں، اس کے علاوہ آپ برائیوں سے اجتناب، بے حیائی، بدکاری سے احتراز، اپنے بھائیوں کے ساتھ حسن سلوک، اللہ ورسول سے سچی

محبت اور خدمت خلق کی تلقین فرماتے، آپ کی بڑی خاصیت یہ تھی کہ پہلے خود ان باتوں پر عمل کر کے دکھاتے، پھر لوگوں سے ان پر عمل کرنے کو کہتے، یہ وہ صفت ہے جو کم ہی علماو مشائخ میں دیکھنے کو ملتی ہے۔

حاسدین سے حسد کی وجہ

مولانا صاحب کے جتنے چاہنے والے ہیں، ان سے زیادہ ان سے جلنے والے بھی ہیں، حاسدین کی کمی نہیں، آخری عمر میں تو لوگوں نے آپ کی مخالفت کی حد کر دی، آپ کے ساتھ بہت برا سلوک کیا گیا، مگر میں جانتا ہوں کہ جو سچائی کے راستہ پر چلتا ہے، اس کی مخالفت ہوتی ہی ہے، اس کے حاسدین اور بد خواہ بھی ہوتے ہیں، خود ہمارے سرکار مصطفیٰ ﷺ کے کتنے حاسدین و بد خواہ تھے، مگر حق سر چڑھ کر بولتا ہے، ہمیشہ فتح حق کی ہوتی ہے۔

لوگ سوچتے ہیں کہ مولانا صاحب اتنے اچھے تھے تو پھر ان کی مخالفت کیوں کی گئی، میرے خیال میں اس کا جواب یہ ہے کہ مولانا صاحب بہت بھولے تھے، وہ نیکی کرنے میں اپنا پرایا نہیں دیکھتے تھے، ہر کسی پر اعتماد کر لیتے تھے، آدمی جب نیک ہوتا ہے تو عموماً سب کو نیک ہی سمجھتا ہے، یہی حال مولانا صاحب کا ہوا، آپ کے ارد گرد ایسے چالاک اور خود غرض لوگ جمع ہو گئے جو صرف اپنے ہی مفاد کے چکر میں رہتے تھے، مولانا صاحب کی اس وقت تک تعریف کرتے جب تک ان کا بھلا ہوتا، ان کا مفاد حاصل ہوتا، لیکن جیسے ہی ان کے مفاد پر اثر پڑتا اور انھیں ان کا مطلب

حاصل نہیں ہوتا، مولانا صاحب سے بدظن ہوجاتے اور ان کی دشمنی پر اتر آتے، مولانا صاحب کا حال یہ تھا کہ وہ نہ غلط کرتے نہ غلط کرنے دیتے، فوراً ٹوک دیتے، رشوت خوری، حرام خوری اور مکروفریب سے لوگ آپ کے دشمن بن گئے، باقی اللہ بہتر جانتا ہے کہ اصل معاملہ کیا تھا۔

صلہ رحمی

حضرت اپنے رشتہ داروں کا بڑا خیال رکھتے، ان کے سکھ دکھ میں شریک رہتے، جب بھی ممبئی وغیرہ سے آتے ان کے لیے تحفے تحائف لاتے، ان کی ضرورت پر ان کی مدد کرتے، ان کے گھر جاکر ان کی خیریت دریافت کرتے۔

حضرت کی شان وشوکت

مولانا صاحب کی ایک الگ شان تھی، وہ اپنوں میں بھی مقبول تھے اور غیروں میں بھی مقبول تھے، ہندو، مسلم سب آپ کی عزت کرتے تھے، ایک آواز پر عورتیں اپنا زیور تک نکال کر مدرسہ میں چندہ دے دیتی تھیں، لوگ تن من دھن کی قربانی پیش کردیتے۔

یہاں بازار لگتا تو علاقے کے ہندو وغیرہ حضرت کے پاس آتے، آپ سے دعا کرواتے، اور آپ سے تعویذ وغیرہ بھی بنواتے۔

ایک ہریجن داروغہ تھا، ایک مرتبہ اس کے گھر میں کوئی پریشانی ہوگئی،

حضرت کی بارگاہ میں آیا، حضرت نے اسے تعویذ بنا کر دیا، اور اس کی پریشانی دور ہو گئی، وہ حضرت کو بہت مانتا تھا، ان کو اپنے عقیدے کے مطابق ''بھگوان'' کہتا تھا۔

حاصل کلام یہ کہ حضرت اپنی مثال آپ تھے، آپ کو زندگی بھر میں نے دیکھا، سنا مگر کہیں کوئی کمی نہیں دیکھی، آپ جیسا آج کوئی دوسرا نظر نہیں آتا ہے، اللہ تعالیٰ انھیں جنت عطا فرمائے۔

عالی جناب

حاتم علی صدیقی ولد کتاب علی

بوداٹولہ، پپراکنک، کشی نگر

جھلکیاں

- ✍ حضرت کی اصلاحی خدمات
- ✍ جب حضرت ممبئ تشریف لے گئے
- ✍ حضرت کی روحانی ہیبت
- ✍ داڑھی مومن کی پہچان ہے
- ✍ اصلاح معاشرہ
- ✍ حصول علم کی ترغیب
- ✍ حضرت کا انداز اصلاح
- ✍ حضرت کی عنایتیں
- ✍ حضرت کی خوش اخلاقی
- ✍ حضرت کی خرد نوازی

حضرت کی اصلاحی خدمات

حضرت جب یہاں تشریف لائے تو اس وقت یہاں بہت جہالت تھی، لوگ غلط رسوم ورواج کے عادی تھے، جوابازی، شراب نوشی وغیرہ عام تھی، حضرت کی آمد کے بعد علاقے میں دینی شعور پیدا ہوا، جہالت ختم ہوگئی، غلط رسمیں بند ہوگئیں، بہت سارے کرمنل لوگ راہ راست پر آگئے، خود میرے سسر شراب کے عادی تھے، مگر حضرت سے مرید ہونے کے بعد ان کی لت چھوٹ گئی، اور پکے نمازی بن گئے، کس کس کا نام لوں بہت سارے لوگ ہیں جو حضرت کے دامن ارادت سے جڑنے کے بعد صحیح راستے پر چلنے لگے، اور ان کی دنیا ہی بدل گئی۔

جب حضرت ممبئی تشریف لے گئے

جب حضرت پہلی بار ممبئی تشریف لے گئے اس وقت سب سے پہلے ہمارے ہی پاس آئے، اس وقت ہم لوگ ساحل سمندر پر "نریمن پوائنٹ" میں رہتے تھے، حضرت تشریف لے گئے تو ہم لوگوں نے ان کے شایان شان انتظام کیا، تھوڑا استنجا وغیرہ کی دقّت تھی، ہم لوگوں کے پاس استنجا خانہ نہیں تھا، اس لیے حضرت کو تھوڑی دشواری پیش آئی، باقی جہاں تک ہوسکا ہم لوگوں نے حضرت کی خدمت میں

کوئی کسر نہیں چھوڑی، اس کے بعد جب گوونڈی میں حضرت کی پہلی تقریر ہوئی تو اس وقت آپ کی تقریر سن کر لوگ آپ کے اس قدر گرویدہ ہوئے کہ بہت سارے لوگ آپ سے مرید ہو گئے، حضرت کی خانقاہ بن گئی، اور بہت سارے گمراہ اور بے راہ رو لوگوں کی اصلاح کا کارنامہ آپ نے انجام دیا، ہم لوگ جب خانقاہ میں جاتے تو حضرت بڑی قدر فرماتے تھے۔

حضرت جب پیرا کنک رہنے لگے تو اس وقت بھی ہم لوگوں نے آپ کا ساتھ نہیں چھوڑا، بہت سارے حادثات رونما ہوئے، مدرسہ کو لے کر حضرت پر بڑی مصیبتیں آئیں، مگر ہر قدم پر ہم لوگ حضرت کے ساتھ کھڑے رہے، ایک دور ایسا بھی آیا کہ لوگ آپ کے جانی دشمن بن گئے، ہم لوگ اس وقت یہیں حضرت کے مدرسے میں سوتے تھے، اور حضرت کی حفاظت کے لیے ہمیشہ چوکنا رہتے تھے۔

حضرت کی روحانی ہیبت

یہیں مدرسے کا ایک طالب علم تھا جس کا نام "جاسر" تھا، وہ حفظ میں پڑھتا تھا، اس کو کبھی کبھی آسیب کی شکایت ہو جاتی تھی، ایک دن میں مدرسے میں سو رہا تھا، کہ اچانک شور ہوا، باہر نکل کر دیکھا تو طلبہ جمع تھے، پوچھا تو معلوم ہوا کہ جاسر پر آسیب آگیا ہے، یہ خبر حضرت کو دی گئی، حضرت تشریف لائے، اور اس طالب علم پر کچھ پڑھ کر دم کیا، پھر اس کو ڈانٹا، اور شاید ایک، دو ہاتھ مارا بھی، آسیب غائب ہو گیا، وہ لڑکا ہوش میں آگیا، پھر حضرت نے اسے سمجھایا کہ تم جلدی سو جاتے ہو، یہاں پڑھنے کے لیے

آئے ہو تو محنت سے پڑھنا چاہیے، اسی لیے تم کو یہ شکایت ہوتی ہے، قرآن کو دل لگا کر پڑھو، اور نماز کی پابندی کرو، ان شاء اللہ، اس طرح کی کوئی شکایت نہیں ہوگی، حضرت کی خصوصی نگاہ عنایت سے وہ لڑکا ٹھیک ہو گیا۔

داڑھی مومن کی پہچان ہے

حضرت اکثر ہم لوگوں کو نصیحت فرماتے کہ داڑھی رکھ لو، یہ رسول پاک ﷺ کی سنت ہے، اور ایک مسلمان کی پہچان ہے، کہیں مرو گے تو اگر چہرے پر داڑھی رہے گی تو کم از کم لوگ یہ تو سمجھ جائیں گے کہ آپ مسلمان ہیں، حضرت کی اس نصیحت کا اثر یہ ہوا کہ بہت سارے لوگوں نے داڑھی رکھ لی، ان کے مریدین کو دیکھ لیں اکثر لوگ داڑھی ٹوپی والے ہی ملیں گے۔

اصلاح معاشرہ

حضرت نے یہاں پر بہت ساری اصلاحی خدمات انجام دیں، آپ نے یہاں منظم طریقے سے اصلاح کا کام کیا پپرا کنک اور قرب و جوار کے ہر گاؤں سے آپ نے کچھ لوگوں کو ممبر بنایا تھا، حضرت ہفتے میں ایک گاؤں یا محلہ میں تشریف لے جاتے، پہلے ہی سے ممبران کو مطلع فرما دیتے کہ فلاں دن آپ کے یہاں اصلاحی پروگرام ہوگا، وہ سب تیار رہتے، حضرت تشریف لے جاتے اور عوام الناس کی اصلاح فرماتے، اصلاح کا ایسا جذبہ اب کسی کے اندر دیکھنے کو نہیں ملتا ہے۔

حصول علم کی ترغیب

میں انگلش میڈیم سے پڑھا ہوں، کچھ اردو بھی پڑھا تھا، حضرت کی صحبت میں آنے کے بعد ایک دن حضرت نے فرمایا: حاتم تم علم دین حاصل کرلو، دینی کتابیں پڑھو، مطالعہ کرو، حضرت کی اس نصیحت کا اثر یہ ہوا کہ میرے اندر حصول علم کا شوق پیدا ہوگیا، میں نے بہت ساری اردو کتابیں خرید لیں، خاص طور سے سیرت کی کتابیں۔ آج الحمد للہ، بہت سارے دینی مسائل اور شریعت وسنت کے بارے میں جانکاری رکھتا ہوں، یہ سب حضرت کی ترغیب کا نتیجہ ہے، ورنہ ہم لوگ نرے جاہل تھے، علم دنیا ضرور حاصل کیے تھے مگر دینی باتوں سے جاہل تھے، حضرت کا یہ عظیم احسان ہے، آج بھی میرے پاس بہت ساری دینی کتابیں ہیں جنھیں میں پڑھتا رہتا ہوں۔

حضرت کا انداز اصلاح

حضرت کسی کی اصلاح بھی بڑے انوکھے انداز میں فرماتے تھے، اگر کسی کے بارے میں پتہ چل جاتا کہ یہ فلاں گناہ کرتا ہے، یا کسی بری لت کا شکار ہے تو اس کے پیچھے پڑ جاتے، جب تک اس کو راہ راست پر نہیں لے آتے، ہار نہیں مانتے۔

میرے سسر شراب کے بہت بڑے عادی شخص تھے، مرنے سے ایک سال پہلے آخر کار حضرت نے ان سے شراب چھڑوا ہی دی، اس کا طریقہ یہ نکالا کہ ان کو پکڑ کر مسجد کے دروازے پر لے گئے اور فرمایا کہ یہاں اللہ کے گھر کے سامنے توبہ کرو کہ

آج کے بعد شراب نہیں پیوں گا، یاد رکھو کہ اگر جنت کی شراب پینا چاہتے ہو تو یہاں کی شراب چھوڑنی پڑے گی، حضرت کی یہ بات ان کے دل میں ایسی بیٹھ گئی کہ اس کے بعد پھر شراب کو ہاتھ نہیں لگایا۔

حضرت کی عنایتیں

ایک بار میں سعودی سے انڈیا واپس آیا، گورکھ پور سے گاڑی ریزرو کر کے پپرا کنک آیا، اس وقت بہت شدید بارش ہو رہی تھی، حضرت نے مجھے اپنے پاس مدرسہ میں روک لیا، ساتھ میں سامان بھی تھا، تقریبًا ایک کنتل، رات میں حضرت نے میرے لیے کھانے کا انتظام اپنے گھر سے کروایا، حضرت ایک دم سادہ کھانا پسند کرتے تھے، میں نے بھی وہی کھایا، رات بھر آرام کیا، صبح حضرت نے ایک آدمی کے ذریعہ میرا سامان بھجوا دیا مگر مجھے روک لیا، اس دوران حضرت مجھ سے کافی باتیں کرتے، خاص طور سے پوچھتے عربی میں اس چیز کو کیا کہتے ہیں، اس چیز کا کیا نام ہے، میں سعودی سے آیا تھا، تھوڑی بہت عربی زبان آنے لگی تھی، میں جواب دیتا تو حضرت بہت خوش ہوتے، اسی وقت میری طبیعت بھی خراب ہوگئی، حضرت نے ڈاکٹر بلا کر میرا علاج کرایا، اور تیسرے دن جب پانی کچھ کم ہوا تب میں اپنے گھر گیا، یہ سب باتیں یاد آتی ہیں، تو آنکھ میں آنسو آجاتے ہیں، اب نہ حضرت رہے نہ ہی وہ خوب صورت دور رہا۔

حضرت کی خوش اخلاقی

میں حضرت کی جس خوبی سے سب سے زیادہ متاثر ہوا وہ ہے ان کی خوش اخلاقی اور مخلصانہ رویہ، آپ اتنے بڑے پیر تھے، مگر کبھی احساس نہیں ہونے دیتے کہ میں بہت قابل ہوں، غرور و گھمنڈ، احساس برتری اور تفوق نام کی چیز نہیں تھی آپ کے اندر، آپ سب سے اچھے اخلاق سے پیش آتے تھے، اور ہر ایک سے برابر محبت فرماتے تھے۔

حضرت کی خرد نوازی

میں اکثر باہر سعودی رہا، اس لیے حضرت کے ساتھ بہت کم بیٹھنے کا موقع ملتا، مگر ممبئی میں کئی بار حضرت کے ساتھ بیٹھنے کا موقع ملا، مجلس میں اکثر حضرت نعت وغیرہ پڑھواتے، میری آواز بہت اچھی نہیں تھی، پھر بھی حضرت میری تعریف و توصیف کر کے مجھے نعت پڑھنے کے لیے کھڑا کر دیتے، جیسے بھی بن پڑتا نعت پڑھتا، حضرت انعام و اکرام بھی دیتے تھے۔

اکثر خانقاہ میں جاتے تو مریدین جو مٹھائی وغیرہ لے کر آتے حضرت ہم لوگوں کے لیے بچا کر رکھتے، اکثر جلیبی وغیرہ کھلاتے، بہت سارے لوگ یہی سوچ کر خانقاہ میں جاتے کہ چلو وہاں ناشتہ تو مل جائے گا، بہت سارے غریب لوگ بھی تھے، جو یہ سوچ کر حضرت کے پاس جاتے کہ وہاں کھانے پینے کو مل جائے گا تو دو روپیہ بچ جائے گا۔

حضرت کی ایک بڑی خوبی یہ بھی تھی کہ حضرت امیر و غریب میں فرق نہیں کرتے تھے، جو بھی پہلے آگیا آپ اس کی دعوت قبول فرماتے تھے، وہ اگر ایک موم بتی اور شیرینی کا انتظام کرلیتا تو حضرت اس کے یہاں بھی میلاد پڑھنے چلے جاتے، آپ کے اندر میں نے کبھی نذر و نیاز کی لالچ نہیں دیکھی، اور تقریر ایسی کہ ماشاء اللہ بس دل میں اترتی چلی جاتی، آپ کی تقریر کبھی کبھی بہت علمی ہوتی تھی، جو ہم لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتی تھی، مگر آپ کا انداز بیان ایسا ہوتا تھا کہ کوئی اکتاہٹ نہیں محسوس ہوتی، اور یہی دل کرتا کہ حضرت اور بیان فرمائیں اور ہم سنتے رہیں۔

رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ

رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ

مکتوباتِ شریف العلما


فتوكل على الله
إنك على الحق المبين

مولانا ایوب شریف القادری اپنے خطوط کے آئینے میں

مولانا غلام احمد رضا مصباحی، مدرسہ فیض العلوم وھنوجی خرد، فاضل نگر، کشی نگر (یوپی)

خطوط ایک دوسرے سے ہم کلامی اور ربط وانسلاک کا اہم ذریعہ ہیں، جہاں خطوط سے دو دلوں کے مابین کیفیت وحالت کا پتا چلتا ہے وہیں وہ تسکین جان ودل کا سامان بھی فراہم کرتے ہیں، خطوط سے جہاں تخریب کاری وشر انگیزی کا بازار گرم کیا جاسکتا ہے وہیں اس سے آباد کاری اور اصلاح و موعظت کا کام بھی لیا جا سکتا ہے، جہاں اس کے منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں- وہیں نتیجہ خیز اور مثبت اثرات وثمرات بھی ظاہر ہوتے ہیں۔

گزشتہ صدیوں میں خطوط ایک راہ نما کی حیثیت رکھتے تھے اور ان سے خاطر خواہ فوائد بھی ظاہر ہوتے تھے۔ مثلاً ان کے ذریعہ برجستہ جملے لکھنے، برمحل وبجا الفاظ کے ذخیرے استعمال کرنے، اردو محاورات وتراکیب کے استعمال کو سمجھنے کے ساتھ زبان وبیان پر یک گونہ قدرت حاصل ہو جاتی تھی۔ آدمی استعمال کرنے والی زبان و بیان کی نوک پلک درست کرلیتا تھا۔ لیکن اب جدید ذرائع ابلاغ نے اس راہ کو بھی

مسدود کر دیا ہے۔ الیکٹرانک میڈیا کے اس برق رفتار دور نے کسی کے لیے جنبش قلم اور صفحہ قرطاس کا سہارا لینے کی ضرورت کو باقی نہ رہنے دیا کہ آج اظہار رائے کا ذریعہ انٹرنیٹ اور ہم کلامی کا ذریعہ موبائل فون عام ہو چکا ہے۔ مگر ان تمام کے باوجود اہل علم اور صاحب بصیرت افراد کا ایک خاص طبقہ آج بھی خطوط کا سہارا لیتا ہے اور اس کی لذتوں سے شاد کام ہوتا، اور دوسروں کو مستفیض و مستفید کرتا ہے۔

خطوط بھی کئی طرح کے ہوتے ہیں بعض خطوط ایسے ہوتے ہیں جن سے ملالت اور اکتاہٹ کا بالکل احساس نہیں ہوتا۔ پڑھنا شروع کیجیے تو بس پڑھتے رہنے کو جی چاہتا ہے اور بسا اوقات کافی طویل سے طویل مضمون کو ایک ہی نشست میں پڑھ لیا جاتا ہے، اس کے بعد اظہار تاسف سے آنکھیں نم اور دل پژمردہ ہو جاتا ہے کہ میر امدوح تو میری نظروں سے اوجھل ہے۔ بعض خطوط سے دل بیزاری، بزرگوں سے عقیدت و محبت کے بجاے نفرت وعداوت اور بے جا تعریف و توصیف کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ لیکن کچھ ایسے خطوط بھی ہوتے ہیں جن میں مہر و وفا، جملوں کی برجستگی، الفاظ کی شیرینی، دلچسپ تراکیب کے ساتھ اخلاص وللّٰہیت کا نمایاں عنصر موجود ہوتا ہے۔

مصلح قوم و ملت، حامی سنت، رہبر شریعت مولانا محمد ایوب شریف القادری علیہ الرحمہ کی ذات نے بھی اپنے متوسلین و متعلقین، تلامذہ واساتذہ، احباو اقربا اور اولا دامجاد کو خطوط رقم فرمائے ہیں جن میں خلوص وللّٰہیت اور دین داری نیز دوسروں کو

عزم و حوصلہ کی بلندی عطا کرتے ہیں۔ آئندہ سطور میں اس کی نمایاں جھلکیاں ملاحظہ فرمائیں:

اپنے اخلاص اور ایثار سے پروان چڑھائے ہوئے ادارہ جامعہ رضویہ شمس العلوم رضانگر پیرا کنک کے اساتذہ و مدرسین کے نام ایک دستی خط میں رقم طراز ہیں:

''میرے عزیز ترین استاذو! سلام مسنون، محبت بھرا سلام قبول کرو۔ اپنے فرائض میں کوتاہی نہ کرو، خوب محنت سے کلاس کرو، تقویٰ و پرہیز گاری قائم رکھو، نماز و ضروریات دین پر کاربند رہو، علم کی دنیا میں وسعت حاصل کرو، زمانہ کے حوادث کی پرواہ مت کرو، یہ چند روزہ ہیں۔ ادارے کو بڑے پیار اور آرزؤں سے سینچا گیا ہے، اسے قائم رکھو اور خوب ادارے سے محبت کرو، درود و سلام کی کثرت کرو۔''
(محررہ تاریخ ۳۰/ ربیع النور ۱۳۱۹ھ مطابق ۲۸ اگست ۱۹۹۵ء)

مذکورہ بالا سطور میں حضرت نے فرائض وآداب مدرسین و ملازمین پر توجہ، دین داری، تقویٰ شعاری کی طرف رغبت، مصائب وآلام روزگار سے بے پروائی کی دعوت، ضروریات دین کو حرز جاں بنانے کی طرف مائل کرنے کے ساتھ اساتذہ و مدرسین کے عزم جواں اور ہمت عالی کو جس طرح مزید تقویت و استحکام بخشا اور انہیں اپنے محبت بھرے الفاظ والقاب سے نوازا ہے وہ لائق ستائش اور قابل رشک و تقلید ہے۔ اس سے جہاں کاہل اور سست رفتار افراد کے دل و دماغ میں بھی محنت کرنے کا ولولہ و شوق فزوں ہوگا وہیں آپ سے عقیدت و محبت میں بھی اضافہ ہوگا اور وہ اپنے

فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی سے محتاط اور سخت سے سخت اور دشوار گزار راہوں میں بھی جادہ پیمائی سے دریغ نہیں کریں گے۔ اور بصد شوق و خلوص اپنی ذمہ داری نبھانے کی کوشش کریں گے۔

اپنے نور ہائے نظر اور لخت ہائے جگر، فرزندان بلند اقبال اور اولاد امجاد سے محبت کون نہیں کرتا؟ بسا اوقات محبت کا اس قدر غلبہ ہوتا ہے کہ ان کی تعلیم و تربیت پر برا اثر پڑتا ہے اور نتیجے میں اولاد کی تربیت اور تعلیم متاثر ہوتی نظر آتی ہے۔ اس ضمن میں مولانا موصوف اپنی علاحدہ شناخت کراتے ہوئے اپنے بچوں کے نام ایک دستی مکتوب میں کچھ تحریر کرتے ہیں، اس سے نقل کیا جاتا ہے۔

”میرے بچو! خوب محنت سے پڑھو، خوب اپنے بزرگوں، دادی، دادا، نانی، نانا، امی و خالہ کی خدمت کرو اور استاذوں کا کہا مانو، نماز کی پابندی، تلاوت کی پابندی، سب کلاسوں کی پابندی کرو، اس میں بھلائی ہے۔“

اس خط میں حضرت نے اپنی اولاد امجاد کے لیے دعاؤں کا ذخیرہ عنایت کر کے انہیں اپنی محبت سے نوازا ہے۔

ان سطور میں جہاں درشتی و نرمی دونوں کا حسین امتزاج قابل دید ہے وہیں اولاد کے متعلق ان کی آرزوئیں اور تمناؤں کا بھی واضح طور سے پتا چلتا ہے کہ اولاد کی تعلیم و تربیت کے لیے آپ کس طرح کوشاں اور آرزومند تھے۔ بزرگوں، رشتے داروں، اساتذہ کے ادب و احترام اور ان سے حقیقی رشتہ برقرار رکھنے، ان کی قدم بوسی

میں زندگی کی معراج سمجھنے کی تعلیم دی ہے۔ ساتھ ہی نماز و تلاوت کی پابندی، پڑھائی میں محنت اور درس گاہ میں بلاناغہ شرکت کرنے کی ترغیب وتشویق کے ذریعہ انہیں اسلام کا سپاہی بننے کا عزم و حوصلہ عطا کیا ہے۔ اس سے جہاں اولاد سے ان کی محبت اور الفت ورأفت کا پتا چلتا ہے، ان کے لئے جذبۂ اخلاص کا واضح ثبوت ملتا ہے، وہیں دین کی خدمت کا جذبہ بھی لہریں لیتا دکھائی دیتا ہے۔

اپنی دختران اسلام سے تخاطب کا انداز بھی ملاحظہ کریں:

"میری بچیو! تم لوگ نماز و تلاوت کی پابندی کرو، علم و ہنر میں لگی رہو، درود وسلام کی کثرت کرو، پردہ کا خاص خیال رکھو، پردے کی سختی سے پابندی کرو، صحت مند زندگی کے حصول میں مصروف رہو، تم لوگ خدا اور سول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فرماں برداری ہر کام میں کرنے کی کوشش کرنا، بھائیوں کا خیال رکھنا، امی کے کام میں ہاتھ بٹانا اور آرام پہنچانا۔

میری بچیو! تم گھر کی عزت و آبرو ہو، ہمیشہ پردہ کا خیال رکھنا، دوسروں کے گھروں میں جانے سے پرہیز کرنا، اپنے رب کو یاد رکھنا، سرکار علیہ السلام پر صلاۃ وسلام بھیجنا۔" الخ (تاریخ محررہ ۳۰ ربیع النور ۱۴۱۶ھ مطابق ۲۸ ر اگست ۱۹۹۵ء)

نماز و تلاوت، کثرت دعا و درود کے ساتھ اپنی نونہالان و دختران عزیز کو جس چیز کی طرف خاص طور سے توجہ مبذول کرائی ہے۔ وہ ہے پردہ، بزرگوں کی خدمت کرنا حضور اکرم روحی فداہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عشق سے سینے کو مدینہ

بنانا، ان کی اطاعت شعاری وفرماں برداری کے لیے اپنی جان عزیز کو نثار کر دینا، بھائیوں سے نرمی واخوت کے ساتھ تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ دینے کے ساتھ دوسروں کے گھروں میں جانے سے سخت پابند رہنا، اپنے خدا کو یاد رکھنا، سرکار علیہ السلام پر زیادہ سے زیادہ ورود بھیجنا، وغیرہ، یہ وہ مواعظ ونصائح ہیں جو آج قوم مسلم کے لیے ایک صالح معاشرے کی تشکیل کے لیے ضروری ہیں۔

اگر آج انسان ایک دوسرے کا منہ دیکھنے، آپس میں اختلاف وانتشار کا شکار ہونے، دوسروں پر طعن کرنے، پھبتیاں کسنے کی بجائے اجتماعی کوشش سے جداگانہ انفرادی کوشش شروع کردے، قرآنی آیات کے خطابات، احادیث رسول مقبول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے ارشادات اور علماے کرام وفقہاے ذوی الاحترام کے فرمودات کا اپنے کو مخاطب سمجھے، اپنی اصلاح کرے اور اپنے بچوں کو ان تمام اسلامی اصول وضوابط سے آشنا کرے اور انہیں بھی ان پر عمل پیرا کرنے میں معاون ومددگار بنے تو کافی حد تک معاشرے کی زلف برہم سنور جائے گی اور اصلاح کا کام آسان سے آسان تر ہو جائے گا۔ خداے تعالی توفیق رفیق عطا فرمائے۔ آمین

مذکورہ بالا سطور سے ہر صاحب دانش وبینش پر یہ بات آشکار ہوگئی کہ اصلاح معاشرہ، جذبۂ اخلاص دینی، پاس ولحاظ شریعت، خدمت اکابر وبزرگان دین، عشق وایمان کی دولت سے سرشاری، تضییع اوقات سے گریز، محنت وجفاکشی کے خوگر اور دردمند دل رکھنے والی ذات حضرت علامہ محمد ایوب شریف القادری کی تھی، ہر

وقت قوم اور ملت کا دروان کے سینے میں موجزن تھا جس کا اندازہ مندرجہ بالا خطورط سے لگایا جاسکتا ہے۔

دعا ہے کہ مولی عزوجل حضرت کے صاحبزادۂ گرامی حافظ و قاری محمد سبطین رضا قادری ایوبی کو ان کا صحیح جانشین و ترجمان بنائے۔(آمین)

مکتوبات

جامعہ کے اساتذہ کے نام

میرے عزیز ترین اساتذہ!۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ سلام مسنون

محبت بھرا اسلام قبول کرو، اپنے فرائض میں کوتاہی نہ کرو، خوب محنت سے کلاس کرو، تقویٰ و پرہیز گاری قائم رکھو، نماز و ضروریاتِ دین پر کاربند رہو، علم کی دنیا میں وسعت حاصل کرو، زمانہ کے حوادثات کی پرواہ مت کرو، یہ چند روزہ ہیں ، ادارے کو بہت پیار اور آرزؤں سے سینچا گیا ہے، قائم رکھو، اور ادارے سے خوب محبت کرو، درودو سلام کی کثرت کرو، میرے لیے دعائیں کرو۔

میں دیارِ حبیب ﷺ کی پُر کیف بہاروں میں جانے والا ہوں، تم سب کا سلام کہوں گا، دعائیں کروں گا، عزم و ہمت کی سلامتی، ایمان کی، علم و حکمت کی، عشق و ایمان سے سرشاری کی، صحت مند زندگی کی، تقویٰ و پرہیز گاری کی، سب کے گھریلو عافیت کی ، و تمام تر خیر و برکت کی، آپ سب میرے لیے دعا کرو، میں آپ سب کو یادرکھوں گا۔ مجھے آپ لوگوں سے پیار ہے۔

مولیٰ القدیر آپ لوگوں کو خوش رکھے، آمین۔

فقط والسلام

خادم ادارہ: **محمد ایوب** شریف القادری

۲۸ اگست ۱۹۹۵ء

اپنے بچوں اور بچیوں کے نام

میرے عزیز ترین بچو! محمد نورالکونین رضا، محمد حسنین رضا، محمد ثقلین رضا، محمد سبطین رضا سلمہم مولیٰ القدیر تم لوگوں کو خوش رکھے۔

میں دیارِ حبیب علیہ السلام جا رہا ہوں، تم لوگوں کو بہت دعائیں دوں گا، دربار میں پہنچ کر تم سب کا سلام عرض کروں گا، تم لوگوں کے لیے بہت کچھ سرکار علیہ السلام سے مانگوں گا، تم لوگ خوب محنت سے پڑھنا، سرکار علیہ السلام سے عشق و محبت کا حسین تحفہ لاؤں گا، خدائے تعالیٰ کا قرب و معرفت تم لوگوں کے لیے لاؤں گا، عزم و ہمت کا بہت بڑا خزانہ مانگوں گا، مجاہدیت کا تحفہ لے کر آؤں گا، زندگی کی سلامتی، ایمان کی سلامتی، علم و ہنر سے لبریز اور عشق و ایمان سے سرشار زندگی لاؤں گا۔

میرے بچو! خوب محنت سے پڑھو، خوب اپنے بزرگوں دادی، دادا، نانا، نانی، انٹی و خالہ کی خدمت کرو، اور استاذوں کا کہا مانو، نماز کی پابندی، تلاوت کی پابندی اور کلاسوں کی پابندی کرو، اسی میں بھلائی ہے۔ میں حرمین شریفین میں تم لوگوں کے لیے سوال کروں گا، تاکہ تم لوگ اسلام کے سپاہی بن سکو۔

اے میرے رب! تو قبول فرما، میرے خدا! میرے بچوں کو مجاہدِ اسلام بنا، عاشقِ رسول علیہ الصلاۃ والسلام بنا، علم و حکمت و ہنرمندی کا پہاڑ بنا دے، آمین ثم آمین۔

میری بچیو! تم لوگ نماز و تلاوت کی پابندی کرو، علم و ہنر میں لگی رہو، درود و سلام کی کثرت کرو، پردہ کا خاص خیال رکھو، پردے کی سختی سے پابندی کرو، صحت مند

زندگی کے حصول میں مصروف رہو۔ مدینہ مقدسہ جارہاہوں تم سب کا سلام عرض کروں گا، تمھارے لیے بہت ساری دعائیں کروں گا۔ ایمان وعشق، علم وہنر کی دعائیں، صحت مند زندگی کی دعائیں۔ اپنے بزرگوں کی خوب خدمت کرو، ان کی دعائیں لیتی رہو ، اور تم سب میرے لیے دعائیں کرو، حاضری کی قبولیت کی خاص دعائیں کرنا۔

دیارِ محبوب علیہ السلام میں تم سب کو یادرکھوں گا۔ تم لوگ خدااور رسول جل وعلا ﷺ کی فرمانبرداری ہر کام میں کرنے کی کوشش کرنا، بھائیوں کا خیال رکھنا، ان کی تعلیم وتربیت خوب ہونی چاہیے، اپنے امی کے کام میں ہاتھ بٹانا اور انھیں آرام پہونچانا۔

میری بچیو!تم گھر کی عزت ہو، آبرو ہو، ہمیشہ پردے کا خیال رکھنا، دوسروں کے گھروں میں جانے سے پرہیز کرنا، اپنے رب کو یاد کرنا، سرکار علیہ السلام پر درود وسلام خوب بھیجنا، اب اجازت دو۔

فقط والسلام

تمھارے والد: **محمد ایوب** شریف القادری عفی عنہ

حضور تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خان علیہ الرحمہ کا خط حضرت شریف العلما کے نام

جناب حافظ امام الدین و مولانا شریف القادری صاحبان۔

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا پروگرام ۶ ر ۷ ر مئی بروز ہفتہ اور اتوار کو ہو سکے گا، اس سے قبل کوئی گنجائش نہیں، مئی جون میں گرمی زیادہ ہوگی اس وجہ سے سفر نہیں کرنا چاہتا ہوں، آنکھ کی کمزوری کے باعث زیادہ گرمی میں سفر سے ڈاکٹر نے منع کیا ہے، مگر آپ لوگوں کے اصرار سے مجبور ہو کر یہ تاریخیں دے دی ہیں۔

ان شاء اللہ المولیٰ ان تاریخوں میں فقیر آپ کے یہاں رہے گا۔

دعا گو

فقیر محمد اختر رضا قادری ازہری غفرلہ

۱۰ ر شوال المکرم ۱۴۱۵ھ

حضرت علامہ مفتی افضل حسین مونگیری علیہ الرحمہ کا خط حضرت شریف العلما کے نام (۱)

عزیزم مولوی محمد ایوب سلمہ زادکم اللہ علما وفهماً

چند سوالات پر مشتمل ایک لفافہ موصول ہوا، جسے غالباً آج آٹھواں دن ہوئے ہوں گے، لیکن کثرتِ کار کے سبب جواب نہیں لکھ سکا، آج جمعرات کو رات کے وقت نو بجے کے بعد جواب لکھنے بیٹھا ہوں، نہیں معلوم کب مکمل ہوں۔ امسال میرے ذمہ حسبِ ذیل اسباق ہیں۔

بخاری شریف، مسلم شریف، ابوداؤد شریف، ملا جلال، ملا حسن، توضیح وتلویح کل چھ اسباق، لیکن بخاری کا سبق دو گھنٹی ہوتا ہے اس لیے میری ساتوں گھنٹیاں مشغول ہیں۔

(۱) اوجھڑی جس کو عربی میں کرش اور قاطع جس کو عربی امعاء کہتے ہیں، اعلیٰ حضرت نے ناجائز قرار دیا ہے، اس مسئلے میں ان کا ایک مستقل رسالہ ہے جو ابھی تک چھپا نہیں ہے، اس رسالہ کا نام یہ ہے۔

''الملح المليحة فی اجزاء الذبيحة''

۱۱ر نومبر ۱۹۷۲ء

حضرت علامہ مفتی افضل حسین مونگیری علیہ الرحمہ کا خط حضرت شریف العلما کے نام (۲)

عزیزم مولانا محمد ایوب سلمہ ربہ!

رمضان کے آخری عشرہ میں غالبًا ایک کارڈ، میں نے تم کو لکھا ہے، جس کا یہ مضمون تھا، کہ دو تین دن تک مجھے کچھ کام ہے، اور اس سے فارغ ہو کر تمھای خواہش کے مطابق شرح جامی کے خطبہ کی شرح لکھوں گا، لیکن دو تین دن کے بعد دوسرا کام بھی سر پر آگیا، غرض انتہائی دشواریوں اور بے حد مصروفیات میں، میں نے لکھنا شروع کیا، اور اکثر سحری کے بعد بھی لکھا، لیکن رمضان میں مکمل نہ ہو سکا، بہر حال جب بھی ہوا اور جیسا بھی ہوا بھیج رہا ہوں، ملنے پر، مطلع کروگے۔

دوسری بات یہ ہے کہ میرے پاس اس کی نقل نہیں ہے، اس لیے تم چار پانچ مہینہ تک اس کی نقل کر کے میری تحریر مجھ کو واپس کر دوگے، پھر کبھی موقع ملے گا تو میں اس پر نظرِ ثانی کر کے مزید تم کو کچھ لکھوں گا۔

تیسری بات یہ ہے کہ سالِ گزشتہ میں نے تم کو کچھ ہدایات لکھی تھیں، کیا وہ ہدایات تمھارے پاس محفوظ ہیں، اور کیا تم ان پر عمل کرنے کا ارادہ رکھتے ہو، اگر تمھارے پاس وہ محفوظ ہیں اور تم ان پر عمل کرنے کا ارادہ رکھتے ہو تو ان ہدایات کی نقل مجھے بھیجو، تو میں سمجھوں کہ ہاں تم ان پر عمل کا واقعی ارادہ رکھتے ہو۔

چوتھی بات یہ ہے کہ ایک سوال بھیج رہا ہوں جس کا جواب صرف دو جگہ سے ابھی حاصل کرنا ہے، ایک لاہور سے اور دوسرے بندیال شریف سے۔ دونوں جگہ کا پتا سوال کے نیچے لکھ دیا ہے۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس صورت میں کہ زید کا یہ عقیدہ ہے کہ نبیٔ کریم علیہ الصلاۃ و السلام کی توحید چالیس سال کی عمر ہونے پر مکمل ہوئی ہے، اس سے پہلے ان کی توحید ناقص تھی، بکر نے زید کی تکفیر کی ہے۔ بکر کا یہ کہنا ہے کہ عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے پیدا ہوتے ہی یہ فرمایا کہ انی عبداللہ آتٰنی الکتاب وجعلنی نبیا وجعلنی مبارکا این ما کنت واوصٰنی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ ما دمت حیا ۔ لہٰذا یہ کس طرح ممکن کہ نبیٔ کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کی توحید چالیس سال کی عمر سے پہلے ناقص تھی، لہٰذا زید و بکر کے حق میں حکمِ شرعی تحریر فرما کر ثوابِ دارین حاصل فرمائیں۔

ڈاکٹر محمد اسلام .DHMS کا خط حضرت شریف العلما کے نام(۲)

آقاے نعمت، مرشدِ برحق قبلہ دامت برکاتہم العالیہ۔۔۔۔۔۔۔سلام ورحمت

بفضل رب تبارک و تعالیٰ فیضِ سرکار جاری ہے، خادم خیریت سے ہے، امید ہے باری تعالیٰ کی ذاتِ والاصفات سے مزاجِ اقدس حضور سرکار کا بھی بخیر ہوگا۔

دیگر مؤدبانہ عرض یہ ہے کہ سرکار کا کرم نامہ بہ معرفت حافظ صاحب خادم کو نظر نواز ہوا۔ بعدِ مطالعہ کے حالات معلوم ہوئے اور صد افسوس بھی، ربِ قدیر سے خادم دعا کرتا ہے کہ اپنے محبوب ﷺ کے صدقہ و طفیل مدرسہ کی ترقی دن رات دوگنی عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

سرکار کے حکم کے مطابق خادم ہر ممکن کوشش کرے گا کہ زیادہ سے زیادہ مدرسے کا تعاون ہو، اور تمام پیر بھائیوں سے خاص توجہ کے لیے کہے گا، خادم ان دنوں معاشی اور صحت سے تھوڑا پریشانی میں مبتلا ہے، جب سے خادم نے دوسرا کمرہ لیا ہے تب سے اہل و عیال اور خود خادم کی صحت اچھی نہیں رہ رہی ہے، اس لیے حضور سرکار سے خادم خصوصی دعاؤں کا طلب گار ہے، اور اس مرتبہ خادم نے دادا

سرکار علیہ الرحمہ کے آستانہ پر حاضری دینے کا ارادہ کیا ہے، سرکار سے دعا کے لیے التجا ہے۔

اہل و عیال کی طرف سے حضور سرکار کی خدمت اقدس میں السلام علیکم ورحمۃ اللہ عرض ہے۔

فقط والسلام

خادم محمد اسلام قادری

شریف العلما کا مکتوب

برادرِ طریقت جناب شین الحق قادری صاحب کے نام

برادرِ طریقت شین اللہ سلمہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ثم سلام مسنون۔۔۔۔۔۔۔۔خیریت موجود، خیریت مطلوب!

آپ کا خط ملا، تار بھی مل گیا، مجھے ہی آنا تھا، لیکن چند اہم اور ضروری کام جو مدرسہ سے متعلق ہے، رکنا پڑا۔ آپ لوگ دعا بھی کریں اور تعاون بھی فرمائیں، آپ لوگوں کی پریشانیاں بہت زیادہ ہوگئیں، مولیٰ القدیر دور فرمائے۔

حلقۂ ذکر میں دعا کریں اور جملہ بھائیوں کو سلام کہیں، عثمان غنی، فضل بھائی، محبوب بھائی، احمد بھائی، و نظام بھائی کی خدمات میں سلام عرض ہے، جملہ اہلِ طریقت کی خدمات میں سلام عرض ہے۔

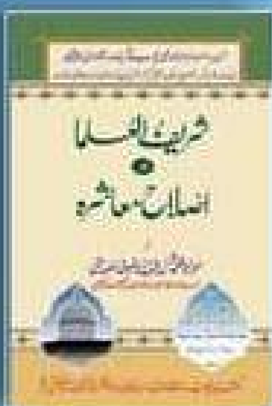
میں ان شاء اللہ العزیز وقت ملنے پر ضرور آؤں گا، چاہے جب آؤں، آپ لوگوں کی ملاقات کا اشتیاق بھی بہت زیادہ ہے۔ صدر صاحب و جملہ اراکینِ انجمن کی خدمات میں سلام عرض کریں اور معذرت کرلیں۔

محمد ایوب شریف القادری

۱۰/ اکتوبر ۱۹۸۸ء









Published By:

Majlis-e-Ayyubi

Pipra Kanak, Kushinagar, UP